Www.IslamicBooks.Website

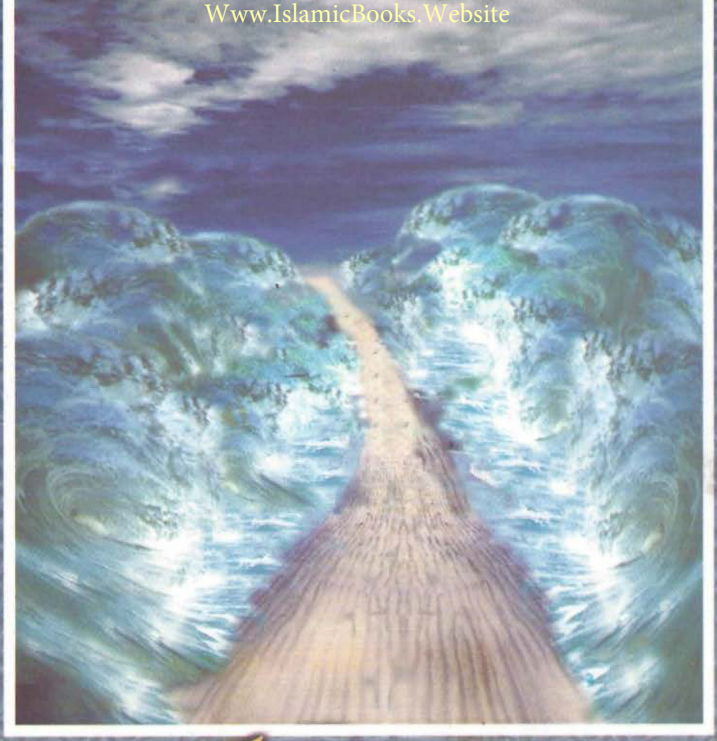

# قضاء وقدر

## اور انبیاءِ کرام کے معجزات پر ایمان

تالیف فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن زید المحمود رح

ناشر الدار السلفیہ ممبئی

سلسلہ رسائل الشیخ عبداللہ بن زید المحمودؒ

إيمان بالقضاء والقدر على طريقة أهل السنة والأثر

و

وجوب الايمان بكل ما أخبر به القرآن من معجزات الأنبياء

کا اردو ترجمہ مسمّٰی بہ

# قضاء وقدر

اور

## انبیاء کے معجزات پر ایمان


تالیف

الشیخ عبداللہ بن زید المحمودؒ

ترجمہ

مختار احمد الندوی



ناشر: الدار السلفیہ، ممبئی



Www.IslamicBooks.Website

© جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

سلسلہ مطبوعات الدار السلفیہ نمبر ۱۸۰

نام کتاب : قضاء وقدر اور انبیاء کے معجزات پر ایمان

تالیف : الشیخ عبداللہ بن زید المحمودؒ

مترجم : مختار احمد الندوی

طابع : اکرم مختار

ناشر : الدار السلفیہ ممبئی

تعداد اشاعت (باردوم) : دو ہزار

تاریخ اشاعت : اکتوبر/۲۰۰۱ء

ملنے کا پتہ

دار المعارف

۱۳ محمد علی بلڈنگ، بھنڈی بازار، ممبئی - ۳

فون:- ۳۷۱۶۲۸۸

Www.IslamicBooks.Website

# فہرست


عرض ناشر ..... ۵

قضاء وقدر کی حقیقت ..... ۹

تقدیر کے بارے میں امام احمدؒ اور ابن قیمؒ کے اقوال ..... ۱۰

تقدیر پر رحمٰن کی قدرت ہے ..... ۱۱

تقدیر کی بابت قرآن کی تفصیلات ..... ۱۲

علامہ ابن تیمیہؒ کا قول ..... ۱۶

تقدیر کا لکھا جانا ..... ۱۷

توکل علی اللہ کے ساتھ کن باتوں کا ہونا ضروری ہے ..... ۱۸

غزوۂ احد میں فتح وشکست کے اسباب ..... ۲۱

حدیث آدم وموسیٰ پر تفصیلی بحث ..... ۲۳

فرشتوں کا لکھا ہوا مشیت الٰہی کے تحت بدلا جاتا ہے ..... ۲۹

کفر وایمان کا وقوع اشخاص کا اختیاری فعل ہے ..... ۳۲

تقدیر کو عذر بنالینا غلط ہے ..... ۳۴

علم الٰہی میں تغیر نہیں ہوتا ..... ۳۶

ابن تیمیہؒ کا قول کہ اسباب کے بغیر توکل صحیح نہیں ..... ۴۰


Www.IslamicBooks.Website

تقدیر کی بابت ایک چور اور حضرت عمرؓ کا مکالمہ ..... ۴۱
تقدیر پر بھروسہ کر کے بیٹھ جانا سب سے زیادہ مضر ہے ..... ۴۲
دواؤں کے ذریعہ امراض کا علاج بھی تقدیر الٰہی ہے ..... ۴۳
قضاء وقدر کے بارے میں نصاریٰ کا مسلمانوں پر اعتراض ..... ۴۵
معجزات انبیاء پر ایمان ..... ۵۳
عصائے موسیٰ علیہ السلام ..... ۵۳
قرآن اور معجزات ..... ۵۴
نیچریوں کا بے دلیل انکار، معجزہ کی بابت لوگوں کے مختلف خیالات .... ۵۶
معجزہ کی حقیقت ..... ۵۸
پچھلے معجزات وقصص کے ذکر کا سبب ..... ۵۹
قرآن کا اعجاز ..... ۶۱
قرآن اور امیت رسول اللہ ﷺ ..... ۶۲
مختلف انبیاء کرام کے معجزات کا بیان ..... ۶۴
معجزہ اور جادو کا فرق ..... ۶۶
معجزات وخوارق کا انکار ..... ۶۸
انبیاء انسانوں کی ہدایت اور معجزات کے مالک نہیں ..... ۶۹
معجزات وکرامات برحق ہیں ان کا منکر مومن نہیں ..... ۷۱

☆☆☆

Www.IslamicBooks.Website

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# عرض ناشر

"وجوب الإيمان بكل ما أخبر به القرآن من معجزات الأنبياء عليهم الصلوٰة والسلام "یعنی قرآن مجید نے انبیاء کرام کے جن معجزات کی خبر دی ہے ان پر ایمان لانا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے، اور یہ وہ معجزات ہیں جن کے ذریعے اسلام کی حقانیت اور انبیاء کرام کی نبوت کی صداقت کا اثبات ہوتا ہے۔

اس اہم رسالے میں علامہ شیخ عبداللہ بن زید المحمود رحمہ اللہ نے انبیاء کے معجزات پر بڑی اہم اور مدلل بحث کی ہے، آپ نے اس رسالے میں معجزات کی یہ اہمیت بتائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کی نبوت کی صداقت کے لئے انہیں مختلف قسم کے معجزات عطا فرمائے تھے، جنکو دیکھ کر ان کی قوموں نے ان کی حقانیت کا اعتراف کیا اور ان پر ایمان لائے، آپ نے شروع میں معجزے کی تعریف بیان کی ہے کہ انبیاء کرام کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے ان محیر العقول چیزوں کا اظہار فرمایا جن کے مقابلے اور جواب سے لوگ عاجز اور بے بس تھے اور یہی انبیاء کرام کی نبوت کی سچائی کی دلیل تھی، جیسے موسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے "عصاء" لکڑی کی ایک لاٹھی عطا کی تھی جسے وہ زمین پر ڈال دیتے تو وہ سانپ بن جاتی، اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے جنات اور ہواؤں کو تابع کر دیا تھا، حضرت عیسیٰؑ کو "مسیحائی" عطا فرمائی تھی، اور سید الانبیاء حضرت محمد ﷺ کو قرآن کی فصاحت و بلاغت کا معجزہ عطا فرمایا تھا۔ یہ تمام معجزات اللہ کی قدرت کی نشانی تھے، جسے

Www.IslamicBooks.Website

اللہ نے انبیاء کرام کو دیا تھا، ورنہ خود انبیاء کرام اپنی طرف سے معجزہ پیش کرنے کی صلاحیت اور قوت نہیں رکھتے تھے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو انبیاء سابقین کی شریعتوں کی حقانیت کی صداقت بنا کر پر نازل فرمایا تھا کیونکہ ان انبیاء کرام کی امتوں اور ان کے گمراہ علماء نے اپنی دنیا طلبی کی خاطر اپنے اپنے انبیاء کی شریعتوں اور کتابوں میں بڑی تحریف کر ڈالی تھی، جن کی تکذیب قرآن نے کی اور ان علماء سوء کی ہیرا پھیری کا پردہ چاک کیا، جیسا کہ بنی اسرائیل کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ان هذا القرآن يقص على بنى اسرائيل اكثر الذى هم فيه يختلفون﴾ (نمل:٧٦) یعنی یہ قرآن بنی اسرائیل کی بابت اکثر ان باتوں کو بیان کرتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔

اس مقالے میں حضرت شیخ رحمہ اللہ نے بڑے علمی انداز میں معجزات کی حقانیت پر بحث کی ہے جو علماء اور اہل علم کے لئے بہت مفید ہے، نیز اس سے حضرت شیخ کی علمی گہرائی اور دلائل کی پختگی کا اندازہ ہوتا ہے، غرض یہ رسالہ معنوی طور پر حائق و معارف اور اسلام کی حقانیت کے لئے ایک سند کی حیثیت رکھتا ہے اس مجموعے میں حضرت شیخ کا ایک قیمتی مقالہ ایمانیات کے سلسلے میں قضاء وقدر بھی ہے، جسے حضرت شیخ نے بڑے مدلل طور پر لکھا ہے، جس کا نام ہے:

"الإيمان بالقضاء والقدر على طريقه اهل السنة والاثر" یعنی قضاء وقدر پر اہل سنت کا ایمان،

قضاء وقدر کا مسئلہ بڑا نازک ہے، تقدیر کے بارے میں بڑے مختلف عقائد اور خیالات کا اظہار کیا گیا ہے، لیکن حضرت شیخ رحمہ اللہ نے اہل سنت والجماعت کے عقیدے کے مطابق اس پیچیدہ بحث کو نہایت آسان اور عام فہم انداز میں بیان کر دیا ہے۔

حضرت شیخ نے "تقدیر" کو علم غیب سے تعبیر کیا ہے جس کو الجھنے اور بحث کرنے کی

Www.IslamicBooks.Website

ضرورت نہیں ہے، بلکہ انسان کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ تمام غیبی باتوں پر صدق دل سے ایمان لائے اور ان کی کرید میں نہ لگے۔

ایک جگہ حضرت شیخ رحمہ اللہ نے تقدیر کو اللہ کی قدرت قرار دیا ہے کہ اللہ رب العزت ہر چیز پر قادر ہے اور جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے اور جس طرح ہوگا ان سب باتوں کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔

تقدیر کے سلسلے میں یہ حقیقت بیان فرمائی کہ تقدیر لکھی جا چکی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا﴾ (توبہ: ۵۱) یعنی کہہ دو کہ ہمیں وہی پیش آئے گا جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دیا ہے۔ اور اس مضمون کو خوب عمدہ طور پر مفصل بیان کیا ہے جس کو پڑھ کر تقدیر کی بابت ہر قاری کا ذہن صاف ہو جاتا ہے اور یہ دقیق اور نازک مسئلہ نہایت آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ نے تقدیر کے مسئلے پر اس مختصر رسالے میں بڑی جامعیت کے ساتھ اس مسئلے ہر پہلو پر روشنی ڈالی ہے، یہ رسالہ بہت اہم ہے اور خصوصاً علماء اور خطباء کے لئے بہت مفید ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت شیخ رحمہ اللہ کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے ان علمی صدقات کو رشد و ہدایت کا ذریعہ بنائے اور ان کے صاحبزادہ محترم حضرت شیخ عبدالرحمٰن المحمود رئیس المحاکم الشرعیہ والشئون الدینیہ دولۃ قطر کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

الداعی الی الخیر

**مختار احمد الندوی**

مدیر الدار السلفیہ ممبئی

اکتوبر ۲۰۰۱ء

Www.IslamicBooks.Website

Www.IslamicBooks.Website

# قضاء و قدر کی حقیقت

قضاء و قدر کی بحث نے علمائے متقدمین و متاخرین کے درمیان ایسی نزاعی شکل اختیار کر لی کہ وہ مختلف فرقوں میں بٹ کر رہ گئے۔ اس کے نتیجہ میں جو صورتِ حال پیش آئی اس کی تعبیر اگر ہم قرآن کے الفاظ میں بیان کرنا چاہیں تو وہ یہ ہوگی:

كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ۔ (الروم - ۳۲) "ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اس پر نازاں ہے"

فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (البقرة - ۲۱۳) "تو اللہ نے اپنے اذن سے اہل ایمان کی اس حق کے معاملہ میں رہنمائی فرمائی جس میں لوگوں نے اختلاف کیا تھا۔ اللہ جسے چاہتا ہے راہ راست دکھاتا ہے۔"

"قدر کا مطلب اگر ہم یہ بیان کریں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک نظام اور ایک محکم منصوبہ کے ساتھ اشیاء کا اندازہ مقرر کیا ہے جو قدرت الٰہی کے ہم معنی ہے کیوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور جو وہ چاہتا ہے کر گذرتا ہے یا بالفاظ دیگر ہم یہ کہیں کہ "قدر" سے مراد اللہ تعالیٰ کا اشیاء کو ان کے وجود میں آنے سے پہلے اُن کا جاننا ہے کیوں کہ جو کچھ ہو چکا، جو ہونے والا ہے اور جس طرح ہونے والا ہے ان سب باتوں کا اُسے اچھی طرح علم ہے۔ بہر صورت یہ سب باتیں اس کی صفات میں سے ہیں اور تقدیر الٰہی کے مفہوم میں شامل ہیں۔

تقدیر کا تعلق عالمِ غیب سے ہے اس لئے اس کی اصل حقیقت جاننے کیلئے

Www.IslamicBooks.Website

انسان کو کاوش نہیں کرنا چاہیئے۔ صحابۂ کرامؓ قضا و قدر کی بحث میں نہیں پڑتے تھے، اس بنا پر کہ اس کا تعلق عالمِ غیب سے ہے اور ان امور سے ہے جو آنکھوں سے اوجھل ہیں زہیر کا شعر ہے:

لَوْ كُنْتُ اَعْجَبُ مِنْ شَيْءٍ لَاَعْجَبَنِيْ — سَعْيُ الْفَتٰى وَهُوَ مَخْبُوْءٌ لَهُ الْقَدَرُ

اگر مجھے کسی بات پر تعجب ہوتا تو تعجب خیز چیز — انسان کی کوشش ہے کہ جب تقدیر اس سے پوشیدہ ہے،

انسان کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ ان تمام باتوں پر ایمان لے آئے جن کی اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے۔ مثلاً مخلوقات کی تخلیق، ہر چیز کا اُسے پہلے سے علم ہونا، ہر چیز پر اُس کا قادر ہونا اور یہ کہ وہ جو چاہتا ہے کر گذرتا ہے۔ امام احمد سے جب تقدیر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

"تقدیر رحمٰن کی قدرت ہے۔"

علامہ ابن قیم نے اس مفہوم کو اشعار میں نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

فَحَقِيْقَةُ الْقَدَرِ الَّذِيْ حَارَ الْوَرٰى — فِيْ شَأْنِهٖ هُوَ قُدْرَةُ الرَّحْمٰنِ

تقدیر کی حقیقت جس کے بارے میں لوگ پریشان ہیں — یہ ہے کہ وہ رحمٰن کی قدرت ہے

وَاسْتَحْسَنَ ابْنُ عَقِيْلٍ ذَا مِنْ اَحْمَدَ — لِمَا حَكَاهُ عَنِ الرِّضَا الرَّبَّانِيْ

ابن عقیل نے امام احمد کے اس قول کو مستحسن قرار دیا ہے — کیونکہ یہ ایسی شخصیت سے منقول ہے جو نہایت پسندیدہ اور اللہ والی ہے۔

لَهٗ قَالَ الْاِمَامُ شِفَى الْقُلُوْبِ بِلَفْظَةٍ — ذَاتِ اخْتِصَارٍ وَهِيَ ذَاتُ بَيَانِ

امام نے مختصر اور واضح الفاظ میں وہ بات کہی ہے — جو دلوں کو شفاء عطا کرنے والی ہے

Www.IslamicBooks.Website

# تقدیر رحمٰن کی قدرت ہے

تقدیر یعنی اس بات کو جاننا اور ایمان لے آنا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور جو کچھ ہو چکا اور جو ہونے والا ہے اور جس طرح ہوگا ان سب باتوں کا علم اُسے ہے۔ امام احمد سے جب تقدیر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا "تقدیر رحمٰن کی قدرت ہے" ابن عقیل کہتے ہیں کہ امام احمد نے مختصر اور جامع الفاظ میں نہایت تشفی بخش جواب دیا ہے۔

راغب اصفہانی "غریب القرآن" میں فرماتے ہیں:

"قدر (تقدیر) قدرت اور فیض الٰہی پر دلالت کرتی ہے۔"

اور صاحب فتح الباری نے ابو المظفر السمعانی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

"قضا و قدر کی معرفت کتاب و سنت پر موقوف ہے نہ کہ محض عقل و قیاس پر لہٰذا جو شخص اس مسئلہ میں کتاب و سنت پر اعتماد کرنے سے گریز کرے گا وہ حیرانی و پریشانی کے عالم میں بھٹکتا رہے گا اور شفاء نہیں پا سکے گا۔"

ابو المظفر کی یہ بات بالکل صحیح ہے۔ قضاء و قدر کے دلائل کتاب و سنت ہی سے حاصل کرنا چاہیئے۔ کیوں کہ ان کے اندر کامل رہنمائی کا سامان موجود ہے اور وہ درحقیقت نسخۂ شفاء ہیں۔ بعض مفسرین نے قضا و قدر کے مسئلہ میں جو بحث کی ہے اس سے صرفِ نظر کرنا ہی بہتر ہے کیوں کہ بہر حال یہ انسان کا کلام ہے جس کو لوگ ایک دوسرے سے نقل کرتے ہیں پھر وہ مشہور ہو جاتی اور پھیل جاتی ہے اور بسا اوقات صحیح نہیں ہوتی۔

"قدر" اپنے لفظ اور مفہوم کے اعتبار سے قدرتِ الٰہی اور باقاعدہ (Systamatic) طریقہ پر ایک محکم فیصلہ کے ساتھ اشیاء کا انداز مقرر کرنے (منصوبہ بندی کرنے) پر دلالت کرتی ہے۔ جو شخص بھی تقدیر سے متعلق قرآن کی آیات کا مطالعہ کرے گا وہ ان کو اسی

Www.IslamicBooks.Website

مفہوم پر منطبق پائے گا۔ رہا لفظ قضاء کا تو اس کا استعمال کسی کام کو پورا کرنے کے معنی میں ہوتا ہے۔

اس کے پیشِ نظر قضاء و قدر کے معنی ہوئے: اللہ تعالیٰ نے عالم کو پختہ اور محکم اندازوں (منصوبہ بندی) کے تحت وجود بخشا اور ایسے قوانین جاری کئے جو ناقابل تغیر و تبدل ہیں۔ اور اس نے اس کام کو اس طرح مکمل کر دیا ہے کہ اس میں کسی قسم کی اصلاح تبدیلی یا کمی بیشی کے لئے کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ یہ اس ہستی کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو پختہ بنایا۔ ارشاد الٰہی ہے:

وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا (الفرقان — ۲) "اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور اُس کی ایک تقدیر مقرر کی۔"

یعنی اُس نے نہایت منظم، پختہ اور محکم انداز سے پیمانے مقرر کئے۔ نیز فرمایا:

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ۔ (الرعد — ۸) "اللہ جانتا ہے ہر عورت کے حمل کو اور جو کچھ رحموں کے اندر گھٹتا اور بڑھتا ہے، اُسے بھی اور ہر چیز اس کے ہاں ایک اندازہ کے مطابق ہے۔

دوسری جگہ فرمایا:

اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ۔ (القمر — ۴۹) "ہم نے ہر چیز اندازہ کے مطابق پیدا کی ہے۔"

یعنی مقررہ اندازہ اور پختہ نظام کے ساتھ۔ ہر چیز اسی طرح پیدا کی گئی ہے۔ اور کسی چیز کو بھی اس نے اس طور سے پیدا نہیں کیا کہ وہ اتفاقاً اور طبعاً وجود میں آئی ہو۔ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں اس کا یہ مطلب بیان فرمایا ہے کہ "ہم نے ہر چیز کو اپنے مقررہ پیمانے پر اور اپنے فیصلہ کے مطابق پیدا کیا۔" بعض مفسرین اس آیت کو قضاء و قدر پر محمول

Www.IslamicBooks.Website

کر کے اس کی غلط تفسیر کرتے ہیں۔ اور ان آثار کا حوالہ دیتے ہیں جو قضاء و قدر کے سلسلہ میں وارد ہوتے ہیں گویا اس آیت کا شانِ نزول یہی ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ اس آیت کا قضاء و قدر سے کوئی تعلق نہیں۔ اس جیسی دوسری آیت یہ ہے۔

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ۔ (المومنون - ۱۸) "اور ہم نے آسمان سے ایک خاص اندازہ کے مطابق پانی اُتارا۔"

یعنی لوگوں کی ضرورت کے بقدر۔ ایسی کثیر اور موسلا دھار بارش نہیں کہ لوگوں کی کھیتیاں اور جانور تباہ ہو جائیں اور نہ ایک دم سے کسی ایک جگہ پر کہ عمارتوں کو نقصان پہنچے، بلکہ قطروں کی شکل میں اس طرح برستی ہے کہ گویا چھلنی کے سوراخوں سے پانی ٹپک رہا ہے۔ اس سے زمین سیراب ہوتی ہے اور وادیاں بہنے لگتی ہیں۔ اگر ایک ساتھ پانی برستا تو اس سے لوگوں کو اور مویشیوں اور کھیتوں کو نقصان پہنچتا اور جو فوائد مطلوب ہیں وہ حاصل نہ ہوتے جیسا کہ ایک جگہ فرمایا ہے:

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَاءُ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ (الشوریٰ - ۲۷) "اگر اللہ اپنے سب بندوں کے لئے رزق فراخ کر دیتا تو وہ زمین میں سرکشی کرتے، لیکن اللہ ایک حساب سے جتنا چاہتا ہے رزق نازل فرماتا ہے۔ وہ اپنے بندوں سے باخبر ہے اور ان پر نگاہ رکھتا ہے۔"

آیت وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ (اور ہم نے آسمان سے ایک خاص اندازہ کے مطابق پانی اُتارا) لفظاً و معناً آیت اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ (ہم نے ہر چیز ایک اندازہ کے مطابق پیدا کی ہے) کے مشابہ ہے اور اس کا مطلب وہی ہے جو آیت وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا (اُس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور اس کی ایک تقدیر

Www.IslamicBooks.Website

مقرر کی) کا ہے یعنی ہر چیز کو موزوں، متناسب اور پختہ بنایا۔ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِیْ اَتْقَنَ كُلَّ شَیْءٍ (یہ اللہ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو استوار کیا)

اس کی نظیر یہ آیت بھی ہے۔

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ (یٰسٓ۔ ۳۹)

"اور چاند کے لئے ہم نے منزلیں مقرر کی ہیں یہاں تک کہ وہ پھر کھجور کی سوکھی ٹہنی کی طرح رہ جاتا ہے۔"

یعنی چاند کے لئے اندازے مقرر کر دیئے چنانچہ وہ اس کے مطابق ہر شب کو ایک منزل میں داخل ہوتا ہے نہ اُس سے آگے بڑھتا ہے اور نہ پیچھے رہتا ہے۔ قدر کے معنی پر اس آیت سے بھی روشنی پڑتی ہے۔

ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ یّٰمُوْسٰى (طٰہٰ۔ ۴۰)

"پھر اے موسیٰ تم ایک خاص وقت پر آ گئے۔"

یعنی تمہارے آنے کے لئے جو وقت ہم نے مقرر کیا ہے اس پر تم آئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے چالیس شب و روز کے بعد کلام کرنے کا وعدہ فرمایا تھا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے:

فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً۔ (الاعراف۔ ۱۴۲)

"تو اس کے رب کی مقررہ مدت چالیس شب و روز میں پوری ہو گئی۔"

اسی طرح ایک اور آیت میں ارشاد ہوا ہے:

اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ فَجَعَلْنٰهُ فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ۔

"کیا ہم نے تم کو ایک حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا؟ پھر ہم نے اس کو ایک مقررہ وقت تک ایک محفوظ جگہ میں رکھا۔ تو ہم نے ایک اندازہ

Www.IslamicBooks.Website

(المرسلت - ۲۰) مقرر کیا پس ہم کیا ہی اچھا اندازہ مقرر کرنے والے ہیں"

ایک قرأت قَدَّرْنَا۔ تشدید کے ساتھ ہے۔ جس کے معنی ہیں ہم نے محکم تدبیر کے ساتھ اندازہ مقرر کیا تو کیا ہی اچھے ہیں ہم اندازہ مقرر کرنے والے۔ اور دوسری قرأت بغیر تشدید کے ہے یعنی قَدَرْنَا جو قدرت سے مشتق ہے۔ اس صورت میں معنی ہوں گے ہم اس کی تخلیق اور قدر گری بہترین شکل میں کرنے پر قادر ہیں تو کیا ہی اچھے ہیں ہم قدرت رکھنے والے۔

یہ ہے "قدر" کی حقیقت جس کا ذکر قرآن میں ہوا ہے۔ ایک شاعر کے قول سے بھی قدر کا مفہوم واضح ہوتا ہے:

قَدِّرْ بِرِجْلِكَ قَبْلَ الْخَطْوِ مَوْضِعَهَا فَمَنْ عَلَا زَلِقًا عَنْ عِزَّةٍ زَلِجَا

قدم رکھنے سے پہلے پاؤں کیلئے جگہ کا اندازہ کر لو کیونکہ جو بے پرواہی سے چکنی زمین پر قدم رکھتا ہے پھسل جاتا ہے۔

رہا لفظ قضا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مخلوقات کی تخلیق کر چکا۔ دونوں کا ذکر ذیل کی آیت میں موجود ہے۔

قُلْ أَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُونَ لَهُ أَندَادًا ذَٰلِكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ مِن فَوْقِهَا وَبَارَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِّلسَّائِلِينَ ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا

"کہو کیا تم اُس خدا کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا اور دوسروں کو اس کا ہمسر ٹھہراتے ہو؟ وہی تو سارے جہاں کا رب ہے اس نے زمین کے اوپر پہاڑ جما دیئے اور اس میں برکت رکھ دی اور اس میں ٹھیک اندازے سے خوراک کا سامان مہیا کر دیا چار دن میں۔ مانگنے والوں کی ضرورت کے مطابق۔ پھر وہ

Www.IslamicBooks.Website

وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَا اَتَيْنَا طَائِعِيْنَ فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَاءٍ اَمْرَهَا وَزَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَحِفْظًا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ۔

(حم السجدہ - ۹ تا ۱۲)

آسمان کی طرف متوجہ ہوا جو دھواں تھا۔ اس نے آسمان اور زمین سے کہا آؤ خوشی سے یا ناخوشی سے دونوں نے عرض کیا ہم بخوشی حاضر ہیں۔ پھر اُس نے دو دن میں سات آسمان بنا دیئے اور ہر آسمان میں اس کے مناسب حال حکم وحی کر دیا اور آسمانِ دنیا کو ہم نے چراغوں سے آراستہ کیا اور اُسے محفوظ کر دیا۔ یہ منصوبہ ہے ایک زبردست علیم ہستی کا۔"

اس آیت میں "قضاء" اور "قدر" دونوں کا ذکر موجود ہے۔ یہ ہے قضاء و قدر کی حقیقت یعنی اُس نے اشیاء کی تخلیق ایک منظم اور محکم اور پائدار منصوبہ کے ساتھ کی ہے۔ اور جس میں زمانہ کی تبدیلی سے کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ ہر چیز حساب سے ہے۔ صحیحین کی اس حدیث کا بھی مطلب یہی ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ مَقَادِيْرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

"اللہ تعالیٰ زمین کی اور آسمان کی تخلیق سے پہلے مخلوقات کی تقدیر لکھ چکا ہے۔"

اس لکھنے سے مُراد وہ علم ہے جو اللہ کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور اسی مفہوم میں ہم کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی تقدیر ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کر گذرتا ہے۔ قدرۃ اللہ یعنی جو اللہ کے علم میں سے موجود ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں۔

"جمہور اہلِ سنت جو تقدیر کو مانتے ہیں اس بات کے قائل ہیں کہ بندہ حقیقتاً فاعل ہے اور وہ حقیقتاً قدرت و استطاعت رکھتا ہے۔ وہ طبعی اسباب کی تاثیر کا انکار

Www.IslamicBooks.Website

نہیں کرتے، بلکہ ان تمام باتوں کو مانتے ہیں جن پر عقل دلالت کرتی ہے مثلاً یہ کہ اللہ ہواؤں سے بادلوں کو پیدا کرتا ہے۔ بادلوں سے پانی برستا ہے اور پانی سے پودے اُگتے ہیں۔ وہ یہ نہیں کہتے کہ مخلوقات میں جو طبعی قوتیں موجود ہیں ان کا کوئی اثر نہیں ہوتا بلکہ وہ تسلیم کرتے ہیں کہ ان میں حقیقی تاثیر ہے جس طرح اسباب کی تاثیر مسببات (نتائج) میں ہوتی ہے اور اللہ سبحانہٗ سبب اور مسبب دونوں کا خالق ہے۔"

امام احمد سے جب قدر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

"القدر قدرۃ الرحمٰن" قدر (تقدیر) رحمٰن کی قدرت ہے۔

ابن عقیل نے اس قول کو مستحسن کہا اور فرمایا کہ امام احمد کا یہ مختصر قول قلوب کے لئے تشفی بخش ہے۔ اور علامہ ابن قیم نے اس کو شعر کا جامہ پہنایا۔

فَحَقِيقَةُ الْقَدْرِ الَّذِي حَارَ الْوَرَى فِي شَأْنِهِ هُوَ قُدْرَةُ الرَّحْمٰنِ

تقدیر کی حقیقت جس کو جاننے کے لئے لوگ پریشان ہیں وہ رحمٰن کی قدرت ہے

## تقدیروں کا لکھا جانا

تقدیروں کا لکھا جانا کتاب و سنت سے ثابت ہے۔ قرآن کریم میں موجود ہے

قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا (التوبہ - ۵۱)

"کہو ہمیں وہی پیش آئے گا جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ رکھا ہے۔"

مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى

"کوئی مصیبت ایسی نہیں جو زمین میں یا تمہارے نفس پر نازل ہوتی ہو اور اس کو ہم نے پیدا کرنے سے پہلے ایک کتاب میں لکھ نہ رکھی ہو

Www.IslamicBooks.Website

اللّٰہِ یَسِیْرٌ۔ (الحدید - ۲۲) ایسا کرنا اللہ کے لئے بہت آسان ہے۔"

وَعِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُھَا اِلَّا ھُوَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَۃٍ اِلَّا یَعْلَمُھَا وَلَا حَبَّۃٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ۔ (الانعام - ۵۹)

"اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں۔ اس کے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا۔ خشکی اور تری میں جو کچھ ہے اسے وہ جانتا ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر اس کو وہ جانتا ہے۔ اور زمین کی تہوں میں کوئی دانہ اور کوئی خشک و تر چیز ایسی نہیں جو ایک واضح کتاب میں درج نہ ہو۔

اور صحیح حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَللّٰہُ کَتَبَ مَقَادِیْرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِخَمْسِمِائَۃِ عَامٍ۔

"اللہ نے مخلوقات کی تقدیریں زمین اور آسمانوں کی تخلیق سے پانچ سو سال پہلے لکھدیں۔"

نیز حدیث میں ہے:

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْقَلَمَ فَقَالَ لَہُ اُکْتُبْ فَجَرٰی تِلْکَ السَّاعَۃَ بِمَا ھُوَ کَائِنٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ۔

"اللہ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور اس سے کہا لکھ تو اس وقت سے قیامت تک جو کچھ بھی پیش آنے والا تھا سب لکھا گیا۔"

تقدیر کے لکھے جانے کے بارے میں جب ہم وہ باتیں پڑھیں اور سنیں جو اللہ اور اس کے رسول سے ثابت ہیں تو ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کتابت کا تعلق عالمِ غیب سے ہے لہٰذا اسے اس کتابت پر محمول کرنا جسے ہم اپنے ہاتھ سے لکھتے ہیں یا اس قلم پر محمول کرنا جس سے ہم لکھتے ہیں صحیح نہیں ہے، بلکہ یہ اس بات کی تعبیر ہے کہ اللہ کو اشیاء کا علم ان کے وقوع میں آنے سے قبل تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ان تمام باتوں کا علم ہے

Www.IslamicBooks.Website

جو واقع ہوئیں اور جو واقع ہوں گی اور جس طرح واقع ہونے والی ہیں۔ یہ باتیں اللہ کے علم میں اس طرح ہیں کہ گویا ضبطِ تحریر میں لائی گئی ہوں۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے لکھنے سے تعبیر فرمایا ہے۔ جس طرح کوئی شخص اپنے ساتھی سے کہتا ہے کہ تمہاری بات میرے دل میں نقش ہوگئی ہے، جبکہ وہ اس کو اہمیت دینا چاہتا ہو۔ یہ اس لئے کہ انسان نسیان کا عادی ہے اور اس نسیان کی ہی بنا پر اس کا نام انسان رکھا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں آیت وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا (ہم نے اس سے پہلے آدم کو حکم دیا تھا، مگر وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں عزم نہ پایا) سے بھی استدلال کیا گیا ہے۔ کسی شاعر نے کہا ہے:

وَمَا سُمِّيَ الْإِنْسَانُ إِلَّا لِنَسْيِهِ ۔۔۔ وَمَا الْقَلْبُ إِلَّا أَنَّهُ يَتَقَلَّبُ

انسان کو اس کے نسیان کی وجہ سے انسان کہا جاتا ہے۔ ۔۔۔ اور دل کو قلب اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں تقلب (خیالات کا اُلٹ پھیر) ہوتا رہتا ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ انسان کو انسان اس بنا پر کہا جاتا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے مانوس ہوتا ہے کیوں کہ وہ طبعاً اجتماعیت پسند واقع ہوا ہے۔ خدائے واحد ہی کی ذات ایسی ہے جسے نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند اور نہ وہ بھولتا ہے۔ اس نے ہر چھوٹی بڑی چیز کو شمار کر رکھا ہے۔ اس کا تمام چیزوں کو لکھنا اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ تمام چیزیں اس کے علم میں ہیں۔ اس کی تخلیق کردہ کوئی چیز بھی اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اس کے علم میں یہ چیزیں اس طرح ہیں کہ گویا ضبطِ تحریر میں آگئی ہوں۔ ہمیں نہ تو اس کتابت کی صنعت معلوم ہے اور نہ اس قلم کی جس سے لکھا گیا ہے اور نہ اس مقام کی جہاں لکھا گیا۔

اس مخلوق (انسان) نے اپنے ہنر سے ایک ایسا آلہ ایجاد کر لیا ہے جو بغیر ہاتھ،

Www.IslamicBooks.Website

روشنائی اور قلم کے جو کچھ سنتا ہے لکھ لیتا ہے اور تمام باتیں ریکارڈ کرتا ہے درآنحالیکہ آلہ رکھنے والے سوتے رہتے ہیں اور ایک دوسرا آلہ ایسا ایجاد کیا ہے جو پانی اور بجلی کے خرچ کا حساب بتلاتا ہے جسے میٹر کہا جاتا ہے، اس میں بھی قلم اور روشنائی استعمال کئے بغیر سب کچھ لکھا جاتا ہے درآنحالیکہ میٹر والے وہاں موجود نہیں ہوتے۔ جب یہ ایک مخلوق کی کاریگری ہے تو اس خدا کے بارے میں کیا تصور کیا جا سکتا ہے جو سب کا خالق ہر چیز پر قادر اور جو چاہے کر گذرنے والا ہے۔ وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے، تو کہتا ہے ہو جا اور وہ وجود میں آجاتی ہے۔ اس نے ہر چھوٹی بڑی چیز کو شمار کر رکھا ہے آسمان و زمین میں ذرہ برابر بھی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے اور ہر چھوٹی بڑی چیز ایک واضح کتاب میں درج ہے۔

ہم نے یہ باتیں تقریبِ فہم کے لئے بیان کی ہیں تاکہ ذہن قرآن پر ایمان لانے کے لئے آمادہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہر مصیبت کو اس کے واقع ہونے سے پہلے جانتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا محض جاننا کسی شخص کو مصیبت میں مبتلا نہیں کرتا بلکہ مصیبت مترتب ہونے والے اسباب کی بنا پر واقع ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص ان اسباب و وسائل سے بے اعتنائی برتے جو اسے مصیبت سے بچا سکتے ہیں اور جن کو استعمال کرنے کا حکم اسلام نے دیا ہے اور اس کے نتیجہ میں وہ مبتلائے مصیبت ہو جائے تو وہ اپنا تحفظ نہ کرنے اور طبعی اسباب استعمال نہ کرنے کی بنا پر قصوروار قرار پائیگا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے:

وَمَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ۔ (الشوریٰ - ۳۰)

"اور تم کو جو مصیبت بھی پہنچتی ہے، تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے پہنچتی ہے۔"

اور اگر وہ مصیبت کو دفع نہ کر سکتا ہو تو وہ معذور ہے اور اُسے اس بات پر

Www.IslamicBooks.Website

مطمئن ہو جانا چاہئے کہ یہ تقدیر الٰہی (فیصلۂ الٰہی) ہے اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ صحیح حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَیْرٌ وَّاَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِیْفِ وَ فِیْ کُلٍّ خَیْرٌ۔

"طاقت ور مومن کمزور مومن کے مقابلہ میں بہتر اور اللہ کو زیادہ پسند ہے اور بھلائی دونوں میں ہے۔"

انسان کو چاہئے کہ جو چیز نفع بخش ہے اس کی خواہش کرے۔ اللہ سے مدد طلب کرے اور کمزور بن کر نہ بیٹھا رہے۔ اگر مصیبت آپڑے تو یہ نہیں کہنا چاہئے کہ اگر میں ایسا کرتا تو ایسا ہوتا، بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ یہ تقدیر الٰہی ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے کیونکہ اگر مگر سے شیطان کو کام کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام بھی دشمن سے تحفظ کے لئے اسباب و وسائل استعمال کرتے تھے حالانکہ ان کی مدد وحی کے ذریعہ ہوتی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرماتا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنگ کے موقع پر دو زرہیں پہن لی تھیں اور جنگِ احد میں مسلمانوں کو دشمنوں کے مقابلہ میں کھڑا کیا تھا اور عبداللہ بن جبیرؓ کو ان کے رفقاء کے ساتھ ایک گھاٹی کے دہانہ پر مقرر کیا تھا اور انہیں ہدایت کی تھی کہ اس جگہ جمے رہو، اس کو چھوڑو نہیں یہاں تک کہ اگر تم دیکھ لو کہ پرندے ہمیں اچک لے رہے ہیں تب بھی ہماری مدد کے لئے نہ آنا، یا اگر ہمیں مال غنیمت جمع کرتے ہوئے دیکھ لو تو بھی ہمارے ساتھ شریک نہ ہونا۔ صبح کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھیوں کا غلبہ رہا، چنانچہ مشرکین کے سات یا نو جھنڈے گرا دیئے گئے اور جب وہ شکست کھا چکے تو ان کی سواریوں سے اسلحہ اور سامان گرنے لگا اور مسلمان اس پر قبضہ کرنے لگے۔ یہ دیکھ کر عبداللہ بن جبیرؓ کے ساتھی پکار اُٹھے مالِ غنیمت پر قبضہ کرو۔ ان کے امیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یاد دلایا مگر انھوں نے

Www.IslamicBooks.Website

امیر کی نافرمانی کی اور لوگوں کے ساتھ مال غنیمت جمع کرنے میں شریک ہو گئے۔ اس طرح مشرکین کے لشکر کو اس گھاٹی سے داخل ہونے کا موقع ملا جس کے نتیجہ میں ستر صحابہ شہید ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک زخمی ہوا، نیز آپؐ کے دو دانت شہید ہو گئے اور مشرکین آپؐ کو مقتول سمجھ کر ایک گڑھے میں چھوڑ گئے۔

اس کے بعد صحابہؓ اس شکست کے اسباب پر غور کرنے لگے کہ آخر ایسا کیسے ہوا؟ وہ سمجھ رہے تھے کہ وہ اپنے ایمان کی وجہ سے اور رسول کے ساتھی اور حزب اللہ ہونے کی بنا پر کبھی مغلوب نہیں ہوں گے۔ اس سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی:

| | |
|---|---|
| اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ | "کیا جب تمہیں مصیبت پہونچی، حالانکہ اس سے دوگنی |
| مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا قُلْ هُوَ مِنْ | مصیبت تم (اُنہیں) پہنچا چکے ہو تو کہتے ہو کہ یہ کہاں |
| عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ۔ (آل عمران - ۱۶۵) | سے آئی، کہو یہ تمہارے ہی ہاتھوں آئی ہے۔" |

یعنی شکست کا سبب تمہاری اپنی کوتاہی ہے جو تم نے اپنے دفاع کے سلسلہ میں کی، نیز اس کی وجہ یہ ہے کہ تم نے رسول اور اپنے امیر کی نافرمانی کی۔

اس کے بعد صحابہ کرام اسباب کا کافی خیال کرنے لگے۔ اس حقیقت کے پیش نظر کہ اللہ تعالیٰ نے نتائج کو اسباب سے مربوط کر رکھا ہے۔ اللہ کے رسول نے جو اللہ پر سب سے زیادہ توکل رکھنے والے ہیں جنگ میں دو زرہیں پہن لی تھیں۔

ایک مرتبہ آپؐ کا گذر ایک دیوار کے پاس سے ہوا جو جھک گئی تھی۔ آپؐ وہاں سے تیزی سے گذر گئے۔ دریافت کرنے پر آپؐ نے فرمایا، اچانک موت کا اندیشہ تھا ایک مرتبہ ایک جذامی ترکِ وطن کر کے آیا تو آپؐ نے اس کو واپس بھیجدیا، شہر میں داخل ہونے سے منع فرمایا اور اس سے کہا: "لوٹ جاؤ، ہم نے تمہاری بیعت قبول کر لی"۔ نیز فرمایا: "مریض کو صحت مندوں کے درمیان نہ لایا جائے۔"

Www.IslamicBooks.Website

قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ (النساء - ۷۱)

"اے ایمان والو! اپنے بچاؤ کا سامان کرو۔"

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ - (الانفال - ۶۰)

"اور جہاں تک تمہارے بس میں ہو طاقت اور بندھے ہوئے گھوڑے تیار رکھو تاکہ اس کے ذریعہ تم اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو ہیبت زدہ کر سکو۔"

یہ سب اسباب کے ذریعہ بچاؤ کرنے کی مثالیں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زبردست توکل کے باوجود اس قسم کی تدبیریں اختیار فرماتے تھے۔

عقیدۂ تقدیر میں غلو کرنے والے ایک حدیث کے ذریعہ استدلال کرتے ہیں صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اِلْتَقَىٰ آدَمُ وَمُوسَىٰ فَقَالَ مُوسَىٰ أَنْتَ آدَمُ أَبُو الْبَشَرِ خَلَقَكَ اللَّهُ بِيَدِهِ وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُوحِهِ وَعَلَّمَكَ أَسْمَاءَ كُلِّ شَيْءٍ فَبِمَا أَخْرَجْتَنَا وَنَفْسَكَ مِنَ الْجَنَّةِ فَقَالَ آدَمُ أَنْتَ مُوسَىٰ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلَّمَكَ اللَّهُ تَكْلِيمًا وَقَدْ قَرَأْتَ التَّوْرَاةَ أَفَلَا وَجَدْتَ فِيهَا وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ وَذَالِكَ قَبْلَ أَنْ أُخْلَقَ بِأَرْبَعِينَ عَامًا

"آدم اور موسیٰ کی باہم ملاقات ہوئی تو موسیٰ نے کہا، آپ آدم ابوالبشر ہیں۔ آپ کو اللہ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی روح پھونک دی اور آپ کو ہر چیز کے نام سکھائے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آپ نے اپنے آپ کو اور ہمیں بھی جنت سے نکلوایا؟ آدم نے جواب دیا تم موسیٰ ہو اللہ کے رسول۔ تم سے اللہ نے کلام کیا اور تم نے توراۃ پڑھی ہے کیا اس میں یہ نہیں لکھا ہے کہ آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور بھٹک گیا۔ یہ بات میری پیدائش سے چالیس سال قبل لکھ دی گئی تھی۔ موسیٰ نے

Www.IslamicBooks.Website

قَالَ بَلٰی قَالَ : فَلِمَ تَلُوْمُنِیْ عَلٰی اَمْرٍ قَدَّرَہُ اللّٰہُ عَلَیَّ۔ قَالَ فَحَجَّ اٰدَمُ مُوْسٰی۔

کہا، جی ہاں! آدم نے کہا پھر ایسی بات پر مجھے کیوں ملامت کرتے ہو جو اللہ نے میرے لئے مقدر کی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس طرح حجت میں آدم موسیٰ پر غالب آ گئے۔

یہ حدیث مشکل احادیث میں سے ہے اور ابن حجر نے فتح الباری میں اس حدیث کے سلسلہ میں متعدد اشکالات پیش کئے ہیں۔ سب سے بڑا اشکال یہ ہے کہ حدیث قصۂ آدم سے متعلق نصِ قرآنی وَعَصٰی اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی (آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور بھٹک گیا) اور رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا (اے ہمارے رب ہم نے اپنی نفس پر ظلم کیا) کے خلاف پڑتی ہے۔ آدم نے اپنے رب کے سامنے یہ دلیل پیش نہیں کی کہ یہ تقدیر کا لکھا تھا بلکہ اپنے گناہ کا اعتراف کیا اور اپنے رب کے حضور توبہ کی۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ اس حدیث سے مسلکِ جبر کی تائید ہوتی ہے جو کتاب وسنت، اجماع صحابہ اور اسلافِ اُمّت کے خلاف ہے۔ مزید براں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ ملاقات روحوں کی تھی جو دنیا میں ہوئی یا یہ ملاقات قیامت کے دن ہوگی جب کہ قبروں سے اُٹھایا جائے گا اور شرعی تکلیف ساقط ہوگی؟ یہ اور اس قسم کے دوسرے اعتراضات فتح الباری (ج ۱۱ ص ۴۸۶) میں کئے گئے ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ رسالہ الاحتجاج بالقدر میں فرماتے ہیں:

"عام طور سے لوگوں کا خیال ہے کہ آدم نے پہلے سے لکھی گئی تقدیر کو اپنے گناہ کے عذر کے طور پر پیش کیا۔ اس خیال کے نتیجہ میں انکے تین گروہ ہو گئے۔ ایک گروہ اس حدیث کا انکار کرتا ہے کیوں کہ یہ بات جیسا کہ معلوم ہے انبیاء کی تعلیم کے خلاف ہے۔ اس میں شک نہیں، کہ حدیث کا مفہوم یہ نہیں ہو سکتا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ کسی بھی پیغمبر

Www.IslamicBooks.Website

اور اس کے متبعین کیطرف یہ بات ہرگز منسوب نہیں کی جا سکتی کہ اُنہوں نے تقدیر کو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرنے والوں کے لئے حجت بنا کر پیش کیا ہوگا۔ ان کا دامن یقیناً اس سے پاک ہے۔ اور دوسرے گروہ نے بالکل رکیک تاویلات کی ہیں مثلاً یہ کہ آدم کو غلبہ اس لئے ہوا کہ وہ باپ ہیں اور بیٹے کا یہ مقام نہیں کہ وہ باپ کی ملامت کرے بعض کا کہنا ہے کہ حضرت آدم نے توبہ کی تھی اس کے بعد ان کو ملامت کرنے کے کوئی معنی نہیں اور بعض کہتے ہیں اس معاملہ کی نوعیت دنیا و آخرت میں مختلف ہے۔

تیسرے گروہ نے اللہ اور رسول کے احکام کی خلاف ورزی کرنے والوں کی بے گناہی کے لئے اس حدیث کو بنیاد بنا لیا ہے، چنانچہ اس گروہ کا کوئی آدمی جب گناہ کا مرتکب ہوتا ہے تو وہ تقدیر کا عذر پیش کرنے لگتا ہے، لیکن جب دوسرا آدمی گناہ یا ظلم کا مرتکب ہوتا ہے تو وہ اس کے عذر کو تسلیم نہیں کرتا۔ ایسے ہی لوگ ظالم اور حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔"

ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ آدم حقیقتِ حال سے بے خبر نہیں کہ وہ تقدیر کا عذر پیش کریں کیوں کہ اُنہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ ابلیس ہی تھا جس نے ان کو گناہ میں مبتلا کیا جس درخت سے اُنہیں روکا گیا تھا اس کے کھانے کی اسی نے ترغیب دی تھی۔ قرآن میں ارشاد ہوا ہے:

| | |
|---|---|
| وَنَادٰهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ | "ان کے رب نے انہیں پکارا کیا میں نے تمہیں |
| تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ | اس درخت سے روکا نہ تھا اور یہ کہا نہ تھا کہ شیطان |
| الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ قَالَا | تمہارا کھلا دشمن ہے۔ دونوں نے عرض کیا اے |
| رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا | ہمارے رب ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا اور اگر تو نے |
| وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ | ہم سے درگذر نہ فرمایا اور رحم نہ کیا تو ہم ضرور |

Www.IslamicBooks.Website

(الاعراف - ۲۲-۲۳) تباہ ہو جائیں گے۔"

آدم نے گناہ سے توبہ کی اور معافی چاہی۔ اگر تقدیر کو دلیل بنانا مفید ہوتا تو آدم اس کو عذر بنا کر پیش کرتے اور توبہ استغفار نہ کرتے۔

امام خطابیؒ فرماتے ہیں:

"بہت سے لوگ قضا و قدر کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ نے جو، مقدر کر رکھا ہے اس پر بندہ کو عمل کرنے کے لئے وہ مجبور کر دیتا ہے۔ اور ارشادِ رسول "آدم موسیٰ پر حجت میں غالب آ گئے"، کا مطلب بھی یہی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب صرف یہ بتلانا ہے کہ اللہ کو لوگوں کے افعال، اُن کی کمائی اور ان کے قصداً و عمداً گناہوں میں مبتلا ہونے کا اُسے پیشگی علم ہے اور وہ جانتا ہے کہ لوگ اپنے اختیار سے یہ سب کچھ کریں گے اور ان کے خلاف حجت ان کے با اختیار ہونے ہی کی بناء پر قائم کی جائے گی اور اسی بنا پر وہ قابلِ ملامت قرار دیئے جائیں گے۔

حضرت موسیٰ کے مقابلہ میں حضرت آدم کی دلیل یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کو پہلے سے معلوم تھا کہ آدم شیطان کے فریب میں آکر اپنی خواہش و رغبت اور اختیار سے درخت کے پھل کھائیں گے۔ پھر یہ کس طرح ممکن تھا کہ اس معاملہ میں اللہ کا علم غلط ثابت ہوتا۔؟"

دوسری حدیث میں جس سے عقیدۂ تقدیر میں غلو کرنے والے استدلال کرتے ہیں صحیحین کی ہے جسے ابن مسعودؓ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو مجسم سچائی تھے فرمایا:

Www.IslamicBooks.Website

إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِي بَطْنِ
أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا نُطْفَةً ثُمَّ يَكُونُ
عَلَقَةً مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً
مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يُرْسِلُ اللهُ إِلَيْهِ
الْمَلَكَ فَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ
يَكْتُبُ رِزْقَهُ وَأَجَلَهُ وَعَمَلَهُ
وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيدٌ فَوَالَّذِي نَفْسُ
مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ
بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتَّى مَا يَكُونُ
بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ
عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ
النَّارِ فَيَدْخُلُهَا وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ
بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ
وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ
الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ
فَيَدْخُلُهَا۔

"تم میں سے ہر ایک اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک ایک نطفہ کی شکل میں رہتا ہے پھر اتنے ہی دن جمے ہوئے خون کی شکل میں رہتا ہے۔ پھر اتنے ہی دن لوتھڑے کی شکل میں رہتا ہے پھر اللہ اس کے پاس فرشتہ کو بھیجتا ہے جس کو چار باتیں لکھنے کا حکم دیتا ہے، اس کا رزق، عمر، عمل، اور بدبخت یا نیک بخت ہونا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے تم میں سے کوئی شخص جنتیوں کا سا عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے اور اس پر نوشتۂ تقدیر غالب آجاتا ہے اور وہ دوزخیوں کا سا عمل کرنے لگتا ہے اور بالآخر دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کوئی شخص دوزخیوں کا سا عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اسکے اور دوزخ کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے اور اس پر نوشتۂ تقدیر غالب آجاتا ہے اور وہ جنتیوں کا سا عمل کرنے لگتا ہے اور بالآخر جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔"

بہت سے جہلا اور خاص طور سے وہ نوجوان جو تقدیر کی حقیقت سے ناآشنا ہیں اس حدیث کو دلیل بنا کر بحث کرنے لگتے ہیں۔ ان کے خیال میں وہ نیکی اور بدی

Www.IslamicBooks.Website

کے کام کرنے کے لئے مجبور ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ بعض لوگوں کے لئے سعادت اسی وقت لکھ دی گئی جب کہ وہ شکم مادر میں تھے خواہ ان کے عمل کچھ ہوں۔ اسی طرح دوسرے لوگوں کے لئے بدبختی لکھ دی گئی ہے خواہ وہ کیسا ہی عمل کریں۔ ان کے نزدیک اس نوشتۂ تقدیر کا مطلب آدمی کا مجبور اور بے اختیار ہونا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ تقدیر کا لکھا جانا دو طرح سے ہے۔ ایک لکھا جانا اس بات سے تعبیر ہے کہ اللہ کو اشیاء کا علم ان کے وجود میں آنے سے پہلے ہی تھا۔ وہ اپنے پیدا کئے ہوئے لوگوں کے احوال کو جانتا ہے جب کہ وہ ماؤں کے شکم میں ہوتے ہیں۔ اسوقت وہ جان رہا ہوتا ہے کہ وہ آئندہ کیا کرنے والے ہیں، اس میں کسی قسم کی تبدیلی اور تغیر نہیں ہوتا، اُسے ازلی نوشتہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے جان لینے کا کوئی تعلق اس بات سے نہیں ہے کہ بندے نیکی یا بدی کے کاموں کے لئے مجبور کر دیئے گئے ہیں بلکہ بندے اپنے لئے عمل کرنے اور نیکی و بدی کے کام کرنے کے لئے آزاد ہیں۔ یہ اُن کی اپنی کمائی ہے جس کا بدلہ اُنہیں ملے گا۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۔ (حم السجدۃ - ۴۶)

"جو نیک عمل کریگا اس کا فائدہ اسی کے لئے ہے اور جو بدی کرے گا اس کا وبال اسی پر ہوگا تمہارا رب اپنے بندوں کے حق میں ظالم نہیں ہے۔"

وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ (التوبہ - ۱۰۵)

"کہو عمل کرو، اللہ، اس کا رسول اور اہل ایمان تمہارے عمل کو دیکھیں گے اور تم عنقریب اس ہستی کے حضور پیش کئے جاؤ گے جو غیب اور حاضر کی جاننے والی ہے۔ پھر وہ تمہیں آگاہ کرے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔"

Www.IslamicBooks.Website

قرآن میں یہ بات بکثرت بتائی گئی ہے کہ جزا عمل پر موقوف ہے، اور ہر شخص کو اس کے عمل کا بدلہ ملے گا۔ اگر اُس نے اچھے کام کئے تھے تو اچھا بدلہ ملیگا اگر بُرے کام کئے تھے تو بُرا بدلہ ملے گا اور کسی کوتاہ کار کے اجر میں اس کے نسب کی بنا پر اضافہ نہیں کیا جائیگا اور نہ اپنے اعمال کو تقدیر کی طرف منسوب کرنے کی بنا پر کوئی رعایت ملے گی اس کی یہ دلیل اُس کے رب کے پاس بالکل بے وزن ہوگی۔

رہا وہ نوشتہ جو فرشتہ اپنے ہاتھ سے لکھتا ہے جیسا کہ مذکورہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے تو اس میں تبدیلی اور تغیر واقع ہوتا ہے مگر اللہ کے اذن سے اور سنتِ الٰہی کے تحت جو اس نے قضا و قدر کو برقرار رکھنے اور دفع کرنے کے لئے جاری کر رکھی ہے کیوں کہ اللہ جسے چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جسے چاہتا ہے باقی رکھتا ہے اور اس کے پاس ام الکتاب ہے جس کا بیان انشاء اللہ آگے آئے گا۔ اور حدیث "تم میں سے کوئی شخص اہلِ جنت کا سا عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اُس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے اور اس پر نوشتۂ تقدیر غالب آجاتا ہے اور وہ دوزخیوں کا سا عمل کرنے لگتا ہے اور بالآخر دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے" میں نوشتۂ تقدیر کے غالب آنے سے اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ کسی شخص کا خاتمہ کس حالت میں ہوگا، اس کا پیشگی علم اللہ کو ہے۔ اس بات کو ہم اس صورتِ واقعہ سے سمجھ سکتے ہیں کہ ایک شخص مسلمان گھرانے میں پیدا ہوتا ہے اسکے والدین مؤمن ہوتے ہیں، وہ بھی اللہ پر ایمان لے آتا ہے، نماز، روزہ اور دیگر فرائض کی پابندی کرتا ہے، محرمات و منکرات سے بچتا ہے اور اپنی عمر کا بیشتر حصہ اسی طرح راہِ راست پر گذارتا ہے۔ اس کے بعد وہ الحاد اور عقیدہ کی خرابی میں مبتلا ہو جاتا ہے، قرآن و رسول کا انکار کر کے مرتد ہو جاتا ہے۔ اس طرح اس کی موت برائی پر ہوتی ہے اور وہ اپنے کفر و الحاد کے بہ سبب جس پر اس کا خاتمہ ہوا ہے جہنم میں داخل ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ عمر کے آخری حصہ

Www.IslamicBooks.Website

کا اعتبار ہوتا ہے اور کسی معاملہ میں بھی اصل اہمیت رکھنے والی چیز اس کا خاتمہ ہوا کرتی ہے تقدیر کے لکھے جانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ چوں کہ اللہ تعالیٰ کو اس شخص کی حالت کے بدل جانے کا علم پہلے سے تھا اس لئے اُس نے اُسے ارتداد پر آمادہ کیا اور بُرے خاتمہ تک پہنچایا، بلکہ وہ خود اپنے عمل اور اپنے اختیار سے اس حالت کو پہنچا۔

فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا۔ (فاطر - ۳۹)

"جو کفر کرے گا اس کے کفر کا وبال اسی پر ہوگا اور کافروں کا کفر ان کے رب کے نزدیک ناراضگی میں اضافہ ہی کا باعث ہوتا ہے اور کافروں کا کفر خسارہ میں اضافہ ہی کا موجب ہے۔"

جس لڑکے کو حضرت خضرؑ نے قتل کیا تھا، اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا۔ (الکہف - ۸۰)

"رہا وہ لڑکا تو اُس کے والدین مومن تھے۔ ہمیں اندیشہ ہوا کہ یہ اپنے کفر اور سرکشی سے ان کو تنگ کریگا اس لئے ہم نے چاہا کہ ان کا رب اس کے بدلے ان کو ایسی اولاد دے جو اخلاق میں اس سے بہتر ہو اور جس سے صلہ رحمی بھی زیادہ متوقع ہو۔"

اسی طرح حدیث میں یہ جو کہا گیا ہے کہ "کوئی شخص دوزخیوں کا سا عمل کرتا رہتا ہے لیکن نوشتۂ تقدیر غالب آجاتا ہے اور وہ جنتیوں کے سے عمل کرنے لگتا ہے اور بالآخر جنت میں داخل ہوجاتا ہے، تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ ایک شخص کافر کے گھر پیدا ہوتا ہے اور کفر کی ہی حالت میں زندگی گذارتا ہے یہاں تک کہ جب وہ اپنی عمر کے آخری حصہ کو پہنچ جاتا ہے تو اپنے رب کے حضور توبہ کرتا ہے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہے اور اسلام قبول کرکے دین پر اچھی طرح عمل پیرا ہوجاتا ہے۔ واجباتِ دین ادا

Www.IslamicBooks.Website

نماز روزہ وغیرہ تمام عبادات کی پابندی کرتا ہے یہاں تک کہ اُس کا خاتمہ اُسی پہ ہوتا ہے قرآن کریم میں ہے :

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا۔ (الانعام - ۱۲۲)

"کیا وہ شخص جو مُردہ تھا اور اُسے ہم نے زندگی بخشی اور ایک روشنی عطا کی جس کو لے کر وہ لوگوں میں چلتا ہے کیا وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو تاریکیوں میں پڑا ہوا اور اس سے نکلنے والا نہیں ہے؟"

یہ آیت ایسے کافر کے بارے میں نازل ہوئی جو اسلام قبول کرتا ہے۔ حالتِ کفر میں وہ گویا مُردہ تھا اور تاریکیوں میں گم تھا۔ جب اُس نے اسلام قبول کیا تو اُسے زندگی کی نعمت عطا ہوئی اور تاریکیوں سے نکل کر وہ روشنی میں آ گیا۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـؤُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۔ (البقرۃ - ۲۵۷)

"اللہ اہلِ ایمان کا رفیق ہے۔ وہ اُنہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے اور کافروں کے رفیق طاغوت ہیں جو اُنہیں روشنی سے نکال کر تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں۔"

غزوۂ احد کے موقع پر اصیرم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ صبح مشرکین کی جانب سے لڑ رہے تھے۔ اُنہوں نے اسلام قبول کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں لڑنے لگے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَمِلَ قَلِيْلًا وَاُجِرَ كَثِيْرًا

"عمل تھوڑا کیا اور اجر کثیر پایا۔"

ابو سعید کی مرفوع حدیث میں ہے :

اِنَّ الرَّجُلَ يُوْلَدُ مُؤْمِنًا وَيَعِيْشُ مُؤْمِنًا ثُمَّ يَمُوْتُ كَافِرًا وَيَعِيْشُ

"کوئی شخص مومن گھرانے میں پیدا ہوتا ہے اور زندگی بھر مومن رہتا ہے لیکن اس کی موت حالت کفر میں ہوتی

Www.IslamicBooks.Website

الرَّجُلُ يُوْلَدُ كَافِرًا وَيَعِيْشُ كَافِرًا ثُمَّ يَمُوْتُ مُؤْمِنًا (احمد)

ہے اور دوسرا شخص کافر گھرانے میں پیدا ہوتا ہے زندگی بھر کافر رہتا ہے لیکن اسکی موت حالتِ ایمان پر ہوتی ہے۔"

یہ اس لئے کہ عمر کے آخری حصّہ کا اعتبار ہوتا ہے اور کسی بھی معاملہ میں اصل چیز اس کا خاتمہ ہوتا ہے۔ یہ کفر اور یہ ایمان اُس شخص کا فعل ہے اور یہ کام اُس نے اپنے اختیار سے کیا ہے۔ جس نے کفر کیا اُس کے کفر کا وبال اُسی کے سر ہے اور کافروں کا کفران کے رب کی ناراضگی ہی میں اضافہ کا باعث ہے اور کافروں کا کفران کی تباہی ہی میں اضافہ کا باعث ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا وَمَا اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ (الانعام - ۱۰۴)

"تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بصیرت کی باتیں آچکی ہیں۔ اب جو بینائی سے کام لے گا وہ اپنا ہی بھلا کریگا اور جو اندھا بنا رہیگا وہ اپنا ہی نقصان کریگا۔ اور میں تم پر نگراں نہیں ہوں۔"

اللہ تعالیٰ نے موت وحیات کو اس لئے پیدا کیا ہے تاکہ وہ آزمائے کہ تم میں عمل کے اعتبار سے کون سب سے بہتر ہے۔ اس نے انسان کو پیدا کیا اور اس کو سننے دیکھنے اور سمجھنے کی قوتیں عطا کیں تاکہ وہ اپنے بھلے بُرے کو پہچان سکے۔ اُس نے جس طرح انسان کو پیدا کیا اُسی طرح شیطان کو بھی پیدا کیا تاکہ اس کے ذریعہ امتحان لے کہ کون اپنے رب کی اطاعت کرتا ہے اور کون شیطان کا پیرو بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ

"اور واقعی ابلیس نے ان کے بارے میں اپنا گمان صحیح پایا اور اُنھوں نے اسی کی پیروی کی بجز مؤمنوں کے گروہ کے۔ ابلیس کا اُن پر کوئی تسلط نہ تھا مگر

Www.IslamicBooks.Website

مِنْ سُلْطَانٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ وَ رَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ۔ (السبا۔۲۰-۲۱)

ہم یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ کون آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور کون اس کی طرف سے شک میں پڑا ہوا ہے اور تمہارا رب ہر چیز پر نگراں ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بتلایا ہے کہ ابلیس کو پیدا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو آزمایا جائے اور اُن کا امتحان لیا جائے کہ اُن کا ایمان کہاں تک دُرست ہے۔ اس امتحان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ دیکھنا چاہتا ہے کہ کون ایمان لاکر اپنے رب کا اطاعت گذار بنتا اور کون آخرت کے لئے کام کرتا ہے اور کون آخرت کے بارے میں شک و ریب میں مبتلا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جب کہ اعمال نامے پیش کئے جائیں گے اپنے بندوں کو آگاہ فرمائے گا کہ:

يَا عِبَادِيْ اِنَّمَا هِيَ اَعْمَالُكُمْ اُحْصِيْهَا عَلَيْكُمْ ثُمَّ اُوَفِّيْكُمْ اِيَّاهَا فَمَنْ وَّجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ وَمَنْ وَّجَدَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَا يَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَهٗ۔

"اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہیں جن کو میں شمار کرتا ہوں پھر اس کا تمہیں پورا پورا بدلہ دوں گا لہٰذا جو کوئی بھلائی کو پائے وہ اللہ کا شکر ادا کرے اور جو کوئی دوسری چیز کو پائے وہ اپنے ہی نفس کو ملامت کرے۔"

لہٰذا جو شخص بھی دوزخ میں داخل ہوگا وہ اپنے عمل کی بنا پر اپنے کو دوزخ کا مستحق سمجھ رہا ہوگا۔

وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ (الملک۔۱۰-۱۱)

"وہ کہیں گے کہ اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں کے شامل نہ ہوتے۔ اس طرح وہ اپنے جُرم کا اعتراف کریں گے تو لعنت ہے دوزخیوں پر۔

Www.IslamicBooks.Website

# تقدیر کو عذر بنا لینا غلط ہے

قضاء و قدر کے معاملہ میں اہلِ سُنت کا طریقہ یہ ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے، نیز اس بات پر کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے، وہ جو چاہے کر گذرتا ہے۔ اُس نے جو چاہا ہوا جو نہیں چاہا نہیں ہوا۔ وہ قضاء و قدر پر ایمان رکھتے ہیں اور اُسے عذر نہیں بناتے۔ جو شخص تقدیر کو عذر بنا لیگا اُس کا یہ عذر اس کے رب کے نزدیک مردُود ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے قضاءُ قدر پر ایمان لانا ضروری قرار دیا ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا فیصلہ اُن پر مُسلّط کر دیا ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان تقدیروں کے لئے اسباب پیدا کر دیئے ہیں۔ دُعا، صدقہ، دَوا، احتیاط اور عزم و حزم جیسی چیزوں سے تقدیر ٹل سکتی ہے۔ یہ سب چیزیں حتیٰ کہ نادانی و دانشمندی بھی قضاء و قدر میں شامل ہیں۔ دُعائے قنوت میں ہے:

اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنَا فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنَا فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِكْ لَنَا فِیْمَا اَعْطَیْتَ وَقِنَا وَاصْرِفْ عَنَّا شَرَّ مَا قَضَیْتَ۔

"اے اللہ! ہمیں ہدایت سے نواز اور ہدایت یافتہ لوگوں کے زمرہ میں شامل فرما۔ ہمیں عافیت عطا کر اور جن کو تو نے عافیت عطا کی ان کے زمرہ میں شامل فرما۔ ہمیں اپنا دوست بنا اور جن لوگوں کو تو نے دوست بنایا ان کے زمرہ میں شامل فرما اور تو نے جو کچھ ہمیں عطا فرمایا ہے اسمیں برکت دے اور اپنے فیصلہ کے شر سے ہمیں بچا اور محفوظ رکھ۔"

اگر دعاء قضاء و قدر کے شر کو نہ ٹالتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے اُمت کے لئے مشروع نہ فرماتے، اس کی تائید حضرت سلمان کی حدیث سے ہوتی ہے جسے ترمذی نے

Www.IslamicBooks.Website

روایت کیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لَا یَرُدُّ الْقَدَرَ اِلَّا الدُّعَاءُ وَ لَا یَزِیْدُ فِی الْعُمْرِ اِلَّا الْبِرُّ وَاِنَّ الصَّدَقَةَ لَتَدْفَعُ مِیْتَةَ السُّوْءِ۔

"تقدیر کو دعا ہی ٹال سکتی ہے اور عمر میں اضافہ نیکی ہی کے ذریعہ ہو سکتا ہے اور صدقہ بری موت سے بچاتا ہے۔"

اس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے کہ تقدیر ان اسباب سے ٹل سکتی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے رفع کرنے اور دور کرنے کے لئے مشروع کیا ہے اس لئے اسے لوگوں پر جبر نہیں قرار دیا جا سکتا۔ فرشتہ کا نوشتہ تقدیر کا لکھنا جب کہ بچہ شکم مادر میں ہوتا ہے اور اس نوشتہ میں بچہ کی عمر، عمل اور اس کے نیک بخت یا بدبخت ہونے کا اندراج اسی قبیل سے ہے کیوں کہ اس نوشتہ میں اللہ کے اذن سے تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے اور اس کے پاس "ام الکتاب" ہے

حضرت عمرؓ سے یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ کَتَبْتَنِیْ فِیْ اُمِّ الْکِتٰبِ شَقِیًّا فَامْحُنِیْ وَاَثْبِتْنِیْ سَعِیْدًا فَاِنَّكَ تَمْحُوْا مَا تَشَاءُ وَتُثْبِتُ وَعِنْدَكَ اُمُّ الْکِتٰبِ۔

"اے اللہ! اگر تو نے ام الکتاب میں مجھے بدبخت لکھا ہے تو اسے مٹا دے اور نیک بخت لکھ کہ جو تو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے اور تیرے پاس ام الکتاب ہے۔"

بعض لوگ سستی کرتے ہیں اور قضاء و قدر پر بھروسہ کر کے دعا سے بے اعتنائی برتتے ہیں اور کہتے ہیں اگر یہ کام مقدر میں ہے تو ضرور ہو گا چاہے میں اس کے لئے دعا کروں یا نہ کروں، یہ سراسر غلط ہے کیونکہ دعا عبادت ہے بلکہ عبادت کا مغز ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے اسی لئے مشروع کیا ہے کہ دعا کرنے والے کے لئے یہ باعث ثواب ہو اور اسے شرف قبولیت عطا فرمائے۔ دعا اللہ کی محبوب چیز ہے، اس کے نزدیک دعا سے بڑھ

Www.IslamicBooks.Website

کر شرف رکھنے والی چیز کوئی نہیں۔ دعا مومن کا ہتھیار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض محبوب و مطلوب چیزوں کا حصول اللہ تعالیٰ نے دعا پر موقوف کر رکھا ہے اور ان کے سلسلہ میں کامیابی دعا ہی کے ذریعہ ہو سکتی ہے اس کے بغیر نہیں۔ جب بندہ اپنے رب سے ان چیزوں کو مانگتا ہے تو اُسے حاصل ہوتی ہے اور اگر نہیں مانگتا تو اُسے حاصل نہیں ہوتیں۔ یہ سب باتیں قضا و قدر میں شامل ہیں۔ البتہ جو باتیں اللہ کے علم میں ہیں ان میں نہ کوئی تبدیلی ہوتی ہے اور نہ تغیر کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ فلاں بات اس طرح ہوگی اور فلاں وقت ہو گی۔ اس کے اس علم میں کسی تبدیلی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، بخلاف نوشتہ کے جو فرشتہ کے ہاتھ میں ہوتا ہے یا جو تحریر لوحِ محفوظ میں ہے اس میں اس سنتِ الٰہی کے مطابق تبدیلی ہو سکتی ہے جو تقدیر کو دفع کرنے کے سلسلہ میں اللہ نے جاری کر رکھی ہے۔ اس کی مثال حضرت عمرؓ کا یہ ارشاد ہے کہ:

نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ اِلٰى قَدَرِ اللّٰهِ۔

"ہم تقدیرِ الٰہی سے تقدیرِ الٰہی ہی کی طرف بھاگ رہے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے تو مشرکین کی طرف یہ بات منسوب فرمائی ہے کہ وہ تقدیر کو بہانا بنا کر پیش کرتے ہیں:

لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ۔ (النحل - ۳۵)

"اگر اللہ چاہتا تو ہم اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرتے، نہ ہم اور نہ ہمارے آباء و اجداد اور نہ ہم اس کے بغیر کسی چیز کو حرام ٹھہراتے۔ یہی روش ان سے پہلے کے لوگوں نے اختیار کی تھی تو رسول پر واضح طور سے پیغام پہنچا دینے کے سوا اور کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔"

Www.IslamicBooks.Website

اسکی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے بتلایا کہ اللہ کا یہ طریقہ نہیں کہ وہ اللہ وحدہٗ کی عبادت کرنے اور اس کے ماسوا کسی کی عبادت نہ کرنے پر لوگوں کو مجبور کردے کیونکہ یہ سب باتیں انسان کے اپنے عمل پر موقوف ہیں اور اُسے پورا اختیار دیدیا گیا ہے۔

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ۔ (الکہف - ۲۹)

"کہو یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے۔ اب جس کا جی چاہے ایمان لے آئے اور جس کا جی چاہے انکار کر دے۔"

فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا۔ (فاطر - ۳۹)

"جو کفر کریگا اُس کے کفر کا وبال اُسی پر ہوگا اور کافروں کا کفر ان کے رب کے نزدیک ناراضگی میں اضافہ ہی کا باعث ہے اور کافروں کا کفر خسارہ میں اضافہ ہی کا موجب ہے۔"

رسولوں کا کام تو صرف ہدایت و دعوت کو بندگانِ خدا تک پہنچا دینا ہے۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ (النحل - ۳۶)

"اور ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو تو ان میں سے کچھ لوگوں کو اللہ نے ہدایت بخشی اور کچھ لوگوں پر گمراہی مسلط ہو کے رہی۔"

فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ (الشوریٰ - ۷)

"ایک گروہ جنت میں جائیگا اور ایک گروہ دوزخ میں۔"

جو لوگ تقدیر کو عذر بنا لیتے ہیں اُنہیں "جبریہ" کہا جاتا ہے۔ ان میں سے بعض کا قول ہے، لا یغنی حذر عن قدر (تقدیر کے آگے احتیاط کام نہیں دیتی) لیکن یہ بات علی الاطلاق صحیح نہیں ہے کیوں کہ بعض اوقات احتیاط سے تقدیر ٹل جاتی ہے۔ قرآن نے

Www.IslamicBooks.Website

بتلایا ہے کہ کن چیزوں کے ذریعہ فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے اور کن چیزوں کے ذریعہ نقصان کو دُور کیا جا سکتا ہے۔ ارشاد باری ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ "اے ایمان والو! اپنے بچاؤ کا سامان کرو۔"

(النساء - ۷۱)

اسی طرح حضرت عمرؓ نے فرمایا :

نفر من قدر اللہ الی قدر اللہ۔ "ہم تقدیر الٰہی سے تقدیر الٰہی ہی کیطرف بھاگتے ہیں۔"

آپ نے یہ بات اس موقع پر ارشاد فرمائی جب کہ طاعون کی وجہ سے آپ کے اور صحابہ کے شام میں داخل نہ ہونے کا مسئلہ پیدا ہو گیا تھا، چنانچہ آپ نے اعلان فرمایا: "میں صبح واپس روانہ ہو جاؤں گا" لوگوں نے بھی واپسی کی تیاری کر لی لیکن ابو عبیدہ بن جراح نے کہا: "اے عمر! کیا آپ تقدیر الٰہی سے فرار اختیار کرتے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "ہاں ہم تقدیر الٰہی سے تقدیر الٰہی ہی کی طرف فرار اختیار کرتے ہیں۔"

اور قرآن کریم نے ہدایت کی ہے کہ اپنے بچاؤ کی صورت اختیار کی جائے جس کا تقاضہ یہ ہے کہ آدمی تقدیر پر تکیہ کئے نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ "اے ایمان والو! اپنے بچاؤ کا سامان کرو۔"

(النساء - ۷۱)

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ۔ "اور جہاں تک ہو سکے اُن کے مقابلہ کے لئے طاقت فراہم کرو۔" (الانفال - ۶۰)

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسباب کو نتائج سے مربوط کر رکھا ہے۔ لہٰذا قصور قضاء وقدر کا نہیں بلکہ لوگوں کا اپنا قصور ہے۔

Www.IslamicBooks.Website

مَا اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَ مَا اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ۔ (النساء۔ ۷۹)

"تمہیں جو بھلائی پہنچتی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو تکلیف پہنچتی ہے وہ تمہارے نفس کی طرف سے ہے۔"

علامہ ابن قیم نے کیا خوب کہا ہے:

وَعِنْدَ مُرَادِ اللّٰهِ تَفْنٰى كَمَيِّتٍ

جب اللہ کا کام ہوتا ہے تو اس طرح غائب ہو جاتے ہو کہ گویا مُردہ ہو۔

وَعِنْدَ مُرَادِ النَّفْسِ تُسْدِيْ وَتُلْحِمُ

اور جب اپنے مطلب کی بات ہوتی ہے تو تندرست و توانا ہو جاتے ہو۔

وَعِنْدَ خِلَافِ الْاَمْرِ تَحْتَجُّ بِالْقَضَا

جب بات اپنے خلاف پڑتی ہے تو تقدیر کا بہانہ بنا لیتے ہو۔

ظَهِيْرًا عَلَى الرَّحْمٰنِ لِلْجَبْرِ تَزْعُمُ

اور اپنے کو مجبور قرار دے کر رحمٰن کے خلاف باتیں کرتے ہو۔

تُنَزِّهُ مِنْكَ النَّفْسَ عَنْ سُوْءِ فِعْلِهَا

اپنے نفس کو برائی سے پاک قرار دیتے ہو

وَتُعْتِبُ اَقْدَارَ الْاِلٰهِ وَتَظْلِمُ

اور تقدیر الٰہی کو ملامت کرتے ہو اور ظلم کرتے ہو

وَتَفْهَمُ مِنْ قَوْلِ الرَّسُوْلِ خِلَافَ مَا

اقوال رسول کا ایسا مطلب سمجھتے ہو جو رسول کی مراد نہیں ہے۔

اَرَادَ لِاَنَّ الْقَلْبَ مِنْكَ مُعْجَمُ

محض اسوجہ سے کہ تمہارا دل غلط مطلب اخذ کرنا چاہتا ہے۔

بَطِئٌ عَنِ الطَّاعَاتِ اَسْرَعُ لِلْخَنَا

طاعت کے کاموں میں سُست ہو،

مِنَ السَّيْلِ فِيْ مَجْرَاهُ لَا يَتَقَسَّمُ

مگر باتیں بنانے میں اس سیلاب سے بھی زیادہ تیز جو منقسم ہوئے بغیر بہہ رہا ہو۔

وَتَزْعُمُ مَعْ هٰذَا بِاَنَّكَ عَارِفٌ

اسکے باوجود اس زعم میں مبتلا ہو کہ تم جاننے والے ہو۔

كَذَبْتَ يَقِيْنًا فِي الَّذِيْ اَنْتَ تَزْعُمُ

یقیناً اپنے اس زعم میں تم جھوٹے ہو۔

Www.IslamicBooks.Website

وَمَا أَنْتَ إِلَّا جَاهِلٌ ثُمَّ ظَالِمٌ  وَإِنَّكَ بَيْنَ الْجَاهِلِينَ مُقَدَّمٌ

تم جاہل بھی ہو اور ظالم بھی  بلکہ تم جاہلوں میں پیش پیش ہو

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"توکل اس صورت میں ہوگا جب کہ اسباب کو اختیار کیا جائے۔ اگر توکل کا دعویٰ کر کے اسباب کو ترک کر دیا جائے تو یہ شریعت سے جہالت یا عقل کی خرابی کا ثبوت ہوگا۔ توکل کا محل دل ہے اور اسباب کا محل اعضاء وجوارح ہیں اور انسان اسباب کو اختیار کرنے پر مامور ہے"۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ  اے ایمان والو! اپنے بچاؤ کا سامان کرو۔

اور فرمایا:

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ  اور جہاں تک تمہارے بس میں ہو ان کے مقابلے کے لئے طاقت فراہم کرو۔

اور فرمایا:

فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِنْ رِزْقِهِ  زمین کے بلند راستوں پر چلو اور اللہ کا رزق بڑھ

اور اپنے نبی لوطؑ سے فرمایا:

فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِنَ اللَّيْلِ۔  تم اپنے اہل وعیال کو لے کر کچھ رات رہے نکل جاؤ

اور اپنے نبی موسیٰؑ سے فرمایا:

فَأَسْرِ بِعِبَادِي لَيْلًا إِنَّكُمْ مُتَّبَعُونَ  راتوں رات میرے بندوں کو لے کر نکل جاؤ تم لوگوں کا پیچھا کیا جائے گا۔"

واضح ہو کہ رسولوں کا دین یہ تھا کہ وہ قضاء وقدر پر ایمان کے ساتھ عمل بھی کرتے تھے اور حکم بھی دیتے تھے۔ انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین تقدیر کے ذریعہ تقدیر سے

Www.IslamicBooks.Website

لڑتے تھے اور تقدیر کے مقابلہ میں امر کو فیصلہ کن بناتے تھے اور کہتے تھے کہ تقدیر عمل سے نہیں روکتی اور نہ اُس پر بھروسہ کر کے بیٹھے رہنا صحیح ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

اِعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهٗ۔ "عمل کرو کیوں کہ جس شخص کو جس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے اسکے لئے وہ کام آسان کر دیا گیا ہے"

یہ طریقہ ہے رسول کا، صحابۂ کرام کا اور علمائے اہلسنت والجماعت کا جو عزم و حزم کے ساتھ اس طرح کام کرتے تھے کہ گویا عمل کے سوا کوئی چیز ان کو نجات بخشنے والی اور سعادت سے ہم کنار کرنے والی نہیں ہے پھر وہ اپنے رب پر توکل بھی کرتے تھے۔

جب حضرت عمرؓ کی خدمت میں ایک چور کو پیش کیا گیا تو آپ نے پوچھا تم نے چوری کیوں کی۔ اُس نے جواب دیا تقدیر الٰہی نے مجھے چوری کرنے پر آمادہ کیا۔ آپ نے فرمایا میں بھی تقدیر الٰہی کے مطابق تمہارا ہاتھ کاٹتا ہوں۔ چنانچہ آپ کے حکم سے اُسکا ہاتھ کاٹا گیا۔

کوئی انسان بھی کسی نقصان کی صورت میں جو اُسے یا اُس کے اہل وعیال یا اُس کے مال کو پہنچے تقدیر کا عذر قبول نہیں کرتا۔ اگر کوئی شخص کسی پر زیادتی کرتا ہے مثلاً اُس کو مارتا ہے یا اُس کا مال چھین لیتا ہے، اُس کی بے عزتی کرتا ہے اور پوچھنے پر کہتا ہے کہ تقدیر نے مجھے یہ کام کرنے پر مجبور کیا تھا تو اس کا یہ عذر قبول نہیں کیا جائے گا۔ پھر اللہ کی نافرمانی اور محرمات کا ارتکاب کرنے کے معاملہ میں اس کا یہ عذر کس طرح قبول کیا جا سکتا ہے۔؟ قصور قضاء وقدر کا نہیں بلکہ اس شخص کا اپنا ہے۔ جب صحابہ کرامؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تقدیر کے بارے میں پوچھا کہ کیا اس کی وجہ سے عمل ترک کرنا جائز ہے تو آپؐ نے فرمایا:

اِعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهٗ "عمل کرو کیوں کہ جو شخص جس کام کے لئے پیدا

Www.IslamicBooks.Website

کیا گیا ہے اُسکے لئے اس کام کو آسان بنا دیا گیا ہے"

اسی لئے صحابۂ کرام کہا کرتے تھے کہ ہمیں جب قضاء و قدر کی حقیقت معلوم ہو گئی تو ہم عمل کا زیادہ اہتمام کرنے لگے۔ اُنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! یہ دوائیں جن سے ہم علاج کرتے ہیں، یہ منتر جن کو ہم استعمال کرتے ہیں اور یہ احتیاطی تدابیر جو ہم اختیار کرتے ہیں کیا ان سے تقدیر الٰہی ٹلتی ہے؟ آپؐ نے فرمایا "یہ بھی تقدیر الٰہی میں شامل ہے۔ جو شخص اپنے بھائی کو کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہو وہ ضرور پہنچائے۔"
اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسباب اور نتائج دونوں کو پیدا کیا ہے اور ایک چیز کو دوسرے کا سبب بنایا ہے، اسی لئے آپؐ نے فرمایا ہے "علاج کرو لیکن حرام چیز کے ذریعہ نہیں"۔ نیز فرمایا۔

اِنَّ اللہَ لَمْ یُنْزِلْ مِنْ دَاءٍ اِلَّا وَلَہٗ دَوَاءٌ عَلِمَہٗ مَنْ عَلِمَہٗ وَجَہِلَہٗ مَنْ جَہِلَہٗ اِلَّا الْمَوْتُ۔

"اللہ نے کوئی ایسی بیماری پیدا نہیں فرمائی جس کی دوا نہ پیدا کی ہو بجز موت کے۔ جس کو (اس دوا کا) علم ہوا ہوا اور جس کو نہیں ہوا نہیں ہوا۔"

کسی شاعر نے کہا ہے:

مَا اَنْتَ بِالسَّبَبِ الضَّعِیْفِ وَاِنَّمَا ... نَجَحَ الْاُمُوْرُ بِقُوَّۃِ الْاَسْبَابِ

اسباب کو اختیار کر کے تم کمزور نہ ہو گے ... کیوں کہ اسباب ہی کی طاقت سے کام انجام پاتے ہیں

## تقدیر پر بھروسہ کر کے بیٹھ جانا انسان کے لئے سب سے زیادہ مُضر ہے

کتنے ہی لوگ اپنے نکارہ پن کو توکل کا نام دیتے ہیں اور اپنی بدعملی کو قضاء و قدر پر محمول کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی اگر ترکِ نماز پر گرفت کی جائے یا اُنہیں نشہ آور چیزیں پینے سے منع کیا جائے تو وہ یہ عذر پیش کرنے لگتے ہیں کہ یہ ہمارے مقدر میں لکھا ہے

Www.IslamicBooks.Website

کسی کا قول ہے: "فرائض ترک کرنے پر قدری بن جاتا ہوں اور کفر و منکرات کے ارتکاب پر جبری بن جاتا ہوں۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم عجز اور کسل مندی سے اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے۔ کسی کا قول ہے کہ "عجز اور کاہلی دونوں کے جمع ہو جانے کا لازمی نتیجہ محرومی ہے۔" مذموم عجز کی ایک شکل یہ ہے کہ بیماری کو دور کرنے اور وبا کو روکنے کے لئے جو دوائیں تجربہ سے مفید ثابت ہوتی ہیں ان کو بتقاضائے توکل استعمال نہ کیا جائے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کرنے کے ساتھ اس کی ضرورت کی تمام چیزوں مثلاً کھانے پینے کی اشیاء نیز لباس، دوائیں وغیرہ بھی پیدا فرمائی ہیں۔ ہر قسم کی جڑی بوٹیاں اور دوائیں جنہیں اطباء مریضوں کے علاج اور بیماریوں سے بچانے کیلئے استعمال کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزیں ہیں۔ ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی زمین میں اس لئے پیدا فرمایا ہے کہ اس کے بندوں کے حق میں وہ نفع بخش اور باعث رحمت ہوں۔ اس سے دواؤں کی ہر قسم کو کسی نہ کسی مرض کے ازالہ اور اس سے شفایابی کے لئے خاص کر دیا ہے۔

لہٰذا جہاں مرض تقدیر الٰہی میں شامل ہے وہاں دوا بھی شامل ہے جس کو حصولِ شفاء کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ وہ لوگ تقدیر کو تقدیر پر مسلط کرتے تھے اور تقدیر کے ذریعہ تقدیر سے بچتے تھے۔ وہ ناگوار اور کڑوی دوا کی تکلیف میں مبتلا ہونے کے اندیشہ سے پیتے تھے اور اُن کی زبان پر یہ شعر ہوتا تھا۔

نَحْنُ فِیْ دَارِ بَلِیَّاتٍ ۔۔۔ نُعَالِجُ اٰفَاتًا بِاٰفَاتٍ

ہم آزمائشوں کے گھر میں ہیں ۔۔۔ اور آفتوں کا مقابلہ آفتوں سے کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر سننے، دیکھنے اور سمجھنے کی قوتیں ودیعت کی ہیں تاکہ اُس کے ذریعہ وہ اپنی صلاحیتوں کو پروان چڑھائے اور ان سے فائدہ اٹھائے

Www.IslamicBooks.Website

نیز اپنی صحت اور اپنے جسم کی حفاظت کے لئے اُن کو استعمال کرے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا ایک پہلو یہ ہے کہ آپؐ دوا استعمال کرتے تھے اور اپنے گھر والوں اور صحابہ میں سے جو بیماری میں مبتلا ہوتے انہیں دَوا استعمال کرنے کی ہدایت کرتے اور فرماتے

عِبَادَ اللّٰہِ تَدَاوَوْا فَاِنَّ اللّٰہَ لَمْ یُنْزِلْ مِنْ دَاءٍ اِلَّا وَ اَنْزَلَ لَہٗ شِفَاءً۔

"اللہ کے بندو! دَوا استعمال کرو کیوں کہ اللہ نے کوئی مرض ایسا نہیں پیدا کیا جس کی دَوا نہ پیدا کی ہو۔"

لہٰذا مباح دوا کو استعمال کرنا اور اپنے بچاؤ کے سلسلہ میں مفید تدابیر اختیار کرنا توحید کا اثبات کرنے کے مترادف ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اس کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اسباب کو اختیار کرنے کی مذمت کرنا شریعت پر اعتراض کرنا ہے اور اسباب سے اعراض کرنا عقل کی خرابی ہے کیوں کہ اللہ کے رسول نے امت کے لئے جس بات کو بھی مشروع کیا ہے اور جس چیز کا بھی حکم دیا ہے وہ دین میں داخل ہے اور اس کی اتباع واجب ہے۔"

وَعَاجِزُ الرَّأْیِ مِضْیَاعٌ لِفُرْصَتِہٖ حَتّٰی اِذَا فَاتَ اَمْرٌ عَاتَبَ الْقَدَرَا

جو شخص عقل سے کام نہیں لیتا وہ وقت ضائع کرتا ہے۔ اور جب موقع ہاتھ سے نکل جاتا ہے تو تقدیر کو ملامت کرنے لگتا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے:

وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَیَرَی اللّٰہُ عَمَلَکُمْ وَرَسُوْلُہٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰی عَالِمِ الْغَیْبِ وَالشَّہَادَۃِ فَیُنَبِّئُکُمْ

"ان سے کہو، عمل کرو۔ اللہ اور اس کا رسول اور اہل ایمان تمہارے عمل کو دیکھیں گے اور تم عنقریب غائب و حاضر کے جاننے والے کے حضور پیش کئے

Www.IslamicBooks.Website

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۔ (التوبہ - ۱۰۵) جاؤ گے ۔ پھر وہ تمہیں بتلائے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو ۔"

پس اللہ تعالیٰ نیکوکار کو اس کی نیک روی کا بدلہ دیگا اور بدعمل کو اس کی برائی کا بدلہ دے گا۔ اللہ اپنے بندوں کے حق میں ظالم نہیں ہے ۔

وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَا اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۔

(النمل - ۹۲-۹۳)

"اور یہ کہ میں قرآن پڑھ کر سناؤں ۔ اب جو ہدایت اختیار کریگا وہ اپنے ہی فائدہ کے لئے اختیار کریگا اور جو گمراہی اختیار کریگا اس سے کہدو کہ میں تو بس خبردار کرنے والا ہوں ۔ اور کہو حمد اللہ ہی کیلئے ہے ۔ وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا اور تم اُنہیں پہچان لوگے اور تمہارا رب تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہے ۔"

## عقیدۂ قضاء و قدر کے بارے میں نصاریٰ کا مسلمانوں پر اعتراض

عقیدہ قضاء و قدر کے بارے میں نصاریٰ نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بہت سے اُلٹے سیدھے اعتراضات وارد کئے ہیں جو اُن کی بدگمانیوں کا نتیجہ ہیں کیوں کہ اُنھوں نے اس مسئلہ کو حدود الٰہی کے اندر رکھ کر اور اس حقیقت کو سامنے رکھ کر سمجھنے کی کوشش نہیں کی جس پر مسلمان ایمان رکھتے ہیں ۔ وہ کہتے ہیں کہ مسلمان اپنے عقیدۂ قضاء و قدر ہی کی وجہ سے فقر و فاقہ میں مبتلا ہیں اور جنگی و سیاسی لحاظ سے تمام قوموں سے پیچھے ہیں ۔

ان کے خیال میں مسلمان عقیدۂ جبر کو مانتے ہیں ۔ یعنی اس بات کے قائل ہیں کہ

Www.IslamicBooks.Website

انسان اپنے تمام افعال میں مجبور محض ہے۔ وہ اس خیال خام میں مبتلا ہیں کہ مسلمان اپنے کو معلق کی طرح خیال کرتے ہیں جسے ہوائیں جدھر چاہتی ہیں اُلٹ پلٹ کر دیتی ہیں۔ ان کے پاس نہ کوئی طاقت ہے اور نہ اختیار اور جو کچھ ہو رہا ہے وہ ایک قوتِ جابرہ اور قدرت قاہرہ کی کارفرمائی کا نتیجہ ہے۔ اس عقیدہ کے نتیجہ میں اگر ان کی قوتیں معطل ہو گئی ہوں، اللہ کی عطا کردہ قوتوں اور صلاحیتوں سے اگر وہ فائدہ نہ اُٹھا رہے ہوں، ان کے اندر سعی و جہد اور کسب و محنت کیلئے اگر کوئی محرک نہ رہا ہو، ان کا وجود اگر عدم کے برابر رہ گیا ہو عزت و قوت اگر ان کے ہاتھ سے چھین لی گئی ہو اور اگر ان پر کمزوری اور ذلت کا غلبہ ہو گیا ہو تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ غرض اس عقیدہ ہی کو مسلمانوں کی ذلت و رسوائی کا اصل سبب قرار دیتے ہیں۔

یہ ہے مسلمانوں کے بارے میں کافروں کا تصور۔ اس تصور کی تائید وہ کم عقل عرب کر رہے ہیں جو نصاریٰ کی تقلید کے شائق ہیں اور ان کی باتوں کو صحیح سمجھتے ہیں۔ وہ ان ہی کی سی باتیں کرتے ہیں اور سایہ کی طرح ان کے پیچھے چلتے رہتے ہیں۔

درحقیقت وہ اللہ اور اس کے بندوں کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کر رہے ہیں کیونکہ آج کے زمانہ میں کوئی صحیح العقیدہ مسلمان ایسا نہیں پایا جاتا جو جبر محض کا قائل ہو اور اس بات پر یقین رکھتا ہو کہ وہ یا دوسرے لوگ بے اختیار ہیں۔ اگر کوئی ایسا مسلمان ہے تو اس کا شمار دیوانوں میں کیا جائیگا۔

صحابہؓ کے زمانہ سے آج تک مسلمانوں کے تمام فرقے یہ اعتقاد رکھتے چلے آئے ہیں کہ انسان قدرت و اختیار رکھتا ہے اور اس کی قدرت اس کی تقدیر پر قوتوں اور، طبیعتوں کی تاثیر کے مطابق اثر انداز ہوتی ہے جسے کسب و اختیار کہا جاتا ہے اور یہی شرعی ذمہ داری کی اصل بنیاد ہے جس پر جزا و سزا، جنت کی کامیابی اور جہنم سے نجات کا معاملہ

Www.IslamicBooks.Website

موقوف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ وَسَتُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۔ (التوبہ — ۱۰۵)

"ان سے کہو، عمل کرو۔ اللہ اور اس کا رسول اور اہل ایمان تمہارے عمل کو دیکھیں گے۔ اور تم عنقریب غائب و حاضر کے جاننے والے کے حضور پیش کئے جاؤ گے۔ پھر وہ تمہیں بتلائے گا کہ تم کیا کرتے رہے تھے"

مسلمان اس بات پر اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو انہیں قوت اور اختیار عطا فرمایا ہے اس کا حساب ان سے لیا جائیگا۔ جن باتوں کے کرنے کا حکم اس نے دیا ہے، اور جن باتوں سے روکا ہے ان کی بجاآوری کا اُن سے مطالبہ ہے۔ اگر انہوں نے نیک روی اختیار کی تو یہ ان کے لئے مفید ہوگا اور اگر برا طرزِ عمل اختیار کیا تو اس کا نقصان بھی اُن ہی کو اُٹھانا پڑیگا۔ وہ ہر اُس شخص کو قابلِ ملامت اور قابلِ مذمت سمجھتے ہیں جو کسی واجب کے ترک کرنے یا کسی حرام کے ارتکاب کے لئے تقدیر کو دلیل بنائے۔ یہ دلیل بے وزن ہے اور عند اللہ باطل ہے۔

رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو ہدایت کی ہے کہ وہ عقل و حزم سے کام لیں، تمام دینی و دنیوی امور میں اولوالعزم لوگوں کے طریقہ کو اختیار کریں، احتیاط برتیں، اپنے دشمنوں کے خلاف طاقت فراہم کریں اور ممکنہ تدابیر سے کام لیں۔ آپؐ نے عجز و کسل سے منع فرمایا ہے اور بتلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی باتوں پر ملامت کرتا ہے۔ اسی طرح وقتِ ضرورت دوا استعمال کرنے کی بھی ہدایت فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ نے ہر مرض کی دوا پیدا کی ہے لہٰذا دوا استعمال کرو لیکن حرام چیزوں سے علاج نہ کرو۔ آپؐ نے کسی بھی عمل کے معاملہ میں قضا و قدر پر بھروسہ کر کے بیٹھ جانے سے منع فرمایا ہے۔ آپؐ نے ہدایت فرمائی ہے کہ عمل کرو کیوں کہ ہر شخص کے لئے وہ کام آسان بنا دیا گیا

Www.IslamicBooks.Website

ہے جس کے لئے اس کی تخلیق ہوئی ہے۔ یہ ہے شرعی ذمہ داری کی اصل وجہ اور حکمت عدل اور مصلحت کی تکمیل اسی کے ذریعہ ہوتی ہے اور اسی پر مسلمانوں کے عقیدہ کا دار و مدار ہے۔ کسی کا قول ہے: "عقلمند اپنے نفس کا مخالف ہوتا ہے اور جاہل تقدیر الٰہی کا"۔

رہا جبر کا عقیدہ جس کے پیشِ نظر لوگ فرائض کو ترک کرنے اور محرمات کا ارتکاب کرنے کے لئے قضاؤ قدر کو حیلہ بناتے تھے تو اس قسم کا عقیدہ رکھنے والے بہت زمانہ پہلے ختم ہو چکے ہیں۔ البتہ اس زمانہ میں عرب نوجوانوں میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں۔ جنہوں نے دین سے انحراف اور سرکشی کی راہ اختیار کی ہے۔ وہ واجبات کو ترک کرنے منکرات کا ارتکاب کرنے اور نشہ آور چیزوں کا استعمال کرنے کے معاملہ میں تقدیر کا سہارا لیتے ہیں۔ اگر انہیں بُرے کام سے روکا جائے تو کہتے ہیں اللہ نے یہ میرے مقدر میں لکھا ہے۔ انھوں نے اپنے عجز کا نام توکل اور اپنے کفر اور بدعملی کا نام قضاء و قدر رکھ لیا ہے۔

بعض ملحد کہتے ہیں گناہ تو درحقیقت وہ ہے جس نے ابلیس کو پیدا کیا میرا گناہ ویسا نہیں ہے۔ مسلمان ایسے لوگوں کو ملحد کہتے ہیں، وہ ہرگز مسلمان نہیں ہیں۔

قضاء و قدر پر صحیح اعتقاد کے نتیجہ میں صحیح افعال صادر ہونے اور اچھے اوصاف پیدا ہونے لگتے ہیں۔ مثلاً خرچ کرنے میں فراخ دلی، صدقہ و خیرات، جرأتمندی، دلیری، شجاعت وغیرہ۔ ایسا شخص راہِ حق میں اور دین و وطن کی حمایت میں خطرات مول لینے پر لوگوں کو آمادہ کرتا ہے اور اپنے متعلقین کو تسلی دیتا ہے کہ قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ (کہو ہمیں وہی پیش آئیگا جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دیا ہے۔ وہ ہمارا مولا ہے اور اہل ایمان کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہئے) یہ اعتقاد انسان میں اعلیٰ اوصاف پیدا کرتا ہے مثلاً بلندیٔ اخلاق پر جمے رہنے کا وصف، ناپسندیدہ باتوں پر تحمل، شدید خطرات کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ وغیرہ۔

Www.IslamicBooks.Website

نیز وہ سخاوت و فیاضی سے آراستہ ہوتا ہے۔ کیوں کہ وہ اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ جو کچھ خرچ کرے گا، اُس کا بدلہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ضرور اُسے ملے گا۔ اُسی طرح یہ اعتقاد کہ اُسے راہ حق میں جان قربان کرنے پر آمادہ کرتا ہے اور دنیا اور اس کی زینت سے بے رغبتی پیدا کرتا ہے۔

لہٰذا مسلمان وہ ہے جو یہ اعتقاد رکھتا ہو اور اس بات پر یقین رکھتا ہو کہ مخلوق کی پیشانیاں بندوں کے رب کے ہاتھ میں ہیں، وہ جس طرح چاہتا ہے اس میں تصرف کرتا ہے۔ سب کچھ اُس کی ملکیت ہے۔ اُس نے جو لیا وہ اسی کا تھا اور جو کچھ دیا ہے وہ بھی اسی کا ہے۔ دنیا صرف عارضی فائدہ کی جگہ ہے جس سے دنیا والے تھوڑے عرصہ کے لئے فائدہ اُٹھاتے ہیں پھر یہ فائدہ ختم ہو جاتا ہے لیکن آخرت ہمیشگی کا گھر ہے اور ہر شخص کو اُس کے اعمال کا بدلہ ملے گا۔ اگر اعمال اچھے ہوئے تو اچھا بدلہ ملے گا اور اگر بُرے ہوئے تو بُرا بدلہ ملے گا۔

یہ اعتقاد جب مومن کے دل میں راسخ ہو جاتا ہے تو وہ موت سے کبھی نہیں ڈرتا اور موت کے آجانے پر گھبراتا نہیں ہے کیونکہ اس کو یقین ہوتا ہے کہ اُس کے لئے دوسرا گھر ہے جو اُس کو دنیا کے گھر کے مقابلہ میں بلند مرتبہ اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے اور وہاں کا عیش و آرام دنیا کے عیش و آرام کے مقابلہ میں بہتر اور وافر ہے۔ جس شخص کے خیالات یہ ہوں وہ دُنیا کی جدائی سے کبھی نہیں گھبرائے گا۔

پھر یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ موت کا مطلب فنا ہونا نہیں ہے بلکہ ایک دنیا سے دوسری دنیا میں منتقل ہو جانا ہے تاکہ بروں کو بُرے اعمال کا اور نیکوکاروں کو ان کے نیک اعمال کا بدلہ ملے۔ لہٰذا موت سے وہی شخص ڈرتا ہے جس نے آخرت کے لئے نیکی کا اہتمام نہ کیا ہو۔ ایسا شخص اس بات کا قائل ہوتا ہے کہ زندگی تو بس دنیا ہی کی

Www.IslamicBooks.Website

زندگی ہے جس میں ہم مرتے اور جیتے ہیں۔ ایسا شخص جب دُنیا سے رخصت ہو رہا ہوتا ہے تو اُس پر موت کی بے ہوشی، دنیا کے فراق کی حسرت اور آئندہ زندگی کی ہیبت طاری ہو جاتی ہے۔ اس وقت اُسے ندامت ہوتی ہے لیکن یہ ندامت کس کام کی۔ وہ کہتا ہے کاش کہ میں نے اپنی (آئندہ) زندگی کے لئے کچھ سامان کیا ہوتا!

مسلمان اپنے عقیدہ کی صحت کی وجہ سے پہلی تین صدیوں میں جب کہ ان کی سرگرمیوں کا آغاز ہوا تھا، اپنی بے مثال شجاعت، استقلال اور ایمانِ راسخ کے ساتھ آگے بڑھے دنیا کے مشرق و مغرب میں دور دور کے ممالک تک اُنہوں نے پیش قدمی کی۔ اُنکے ہاتھ میں قرآن تھا جس کی بدولت اُنہیں فتح حاصل ہوئی تھی اور وہ قیادت کے منصب پر فائز ہو گئے تھے۔ وہ لوگوں کو قرآن پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دیتے تھے۔ یہی وہ سب سے بڑا سبب تھا اُن کی بیداری، فتح مندی اور قیادت کا اور یہی راز ہے ان کے بامِ عروج پر پہنچنے کا، حتیٰ کہ وہ نہایت مختصر مدّت میں اس قابل ہو گئے کہ قیصر و کسریٰ کے تخت اُن کے قبضے میں آ گئے۔ حالانکہ یہ قومیں طاقت و تمدن، نظامِ حکومت، عدّی قوت اور سر و سامان کے لحاظ سے سب سے زیادہ ترقی یافتہ تھیں۔

مسلمان جو میدانِ جنگ میں بے خطر کود پڑے تھے اور کسی بڑے سے بڑے خطرہ کی اُنہوں نے پرواہ نہیں کی تھی اس کی وجہ اس کے سوا اور کچھ نہ تھی کہ وہ قضاء و قدر پر صحیح طور سے ایمان رکھتے تھے اور اُنہیں یقین تھا کہ کوئی نفس اپنا رزق پورا کئے بغیر نہیں مرتا۔ اس اعتقاد نے اُن کے قدم جما دیئے تھے حالانکہ دشمن کے لشکروں کے مقابلہ میں اُن کی تعداد کم تھی اور وسائل بھی کم تھے۔ اور دشمن کے لشکروں کا یہ حال تھا کہ ان کی کثرت سے فضاء بھر گئی تھی اور زمین و آسمان ان کی کثافتوں سے غبار آلود ہو گئے تھے۔ ان کو مسلمانوں نے اپنی قوّتِ ایمانی سے ہٹا دیا اور اُس کے بعد

Www.IslamicBooks.Website

تمام ممالک میں توحید اور صلاح وسعادت کا پیغام پہنچایا۔ وہ اس زمرہ میں شامل تھے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ۔ (الحج - ۴۱)

"یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، بھلائی کا حکم دیں گے اور منکر سے روکیں گے اور تمام معاملات کا انجام اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔"

وسبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العلمين۔ وصلى الله عليه وسلم على نبينا محمد وعلى اله وصحبه اجمعين۔

تاریخ تالیف:
۲۰ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ

Www.IslamicBooks.Website

# وجوب الإيمان بكل ما اخبر به القرآن من معجزات الأنبياء عليهم الصلوٰة والسلام

# انبیاء کے معجزات پر ایمان

Www.IslamicBooks.Website

# معجزاتِ انبیاء پر ایمان

صحیحین کی حدیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جتنے بھی نبی گذرے ہیں سب کو معجزات دیئے گئے جن پر لوگ ایمان لائے، اور مجھے وحی عطا کی گئی جو اللہ کی طرف سے مجھ پر نازل ہوتی تھی، مجھے اُمید ہے کہ قیامت کے دن تمام انبیاء سے زیادہ تابعدار میرے ہوں گے۔" آیات و معجزات، ہر خارق عادات چیز کو کہتے ہیں، اُنھیں "برھان" بھی کہا جاتا ہے۔ معجزہ کے نام ہی سے اس کی حقیقت کا اظہار ہوتا ہے، کہ معجزہ یعنی لوگوں کو بے بس کرنے والی چیزیں جن کے مقابلہ اور جواب سے لوگ عاجز ہوں، انبیاء کرام کو جو معجزات دیئے جاتے ہیں وہی ان کی نبوّت کی صداقت کی دلیل ہوتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کی سچّائی کے لئے بطور علامت قائم کرتے ہیں تاکہ لوگ انبیاء پر ایمان لائیں اور اُن کی دعوت قبول کرلیں۔ اور معجزات انبیاء کے بنائے اور ان کی ذاتی محنت سے نہیں ظاہر ہوتے بلکہ اللہ قادر مطلق کی صنعت و کاریگری کا کرشمہ ہوتے ہیں۔ اللہ کا ارشاد ہے:۔

وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ (المومن - ۷۸)

کسی نبی کیلئے ممکن نہیں کہ حکم الٰہی کے بغیر کوئی معجزہ پیش کرسکیں۔

موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں جو لاٹھی تھی وہ ایک درخت سے کاٹی ہوئی عام لاٹھی تھی جیسی ہم استعمال کرتے ہیں، جیسا کہ اس کی بابت اللہ نے فرمایا:۔

وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يَا مُوْسٰى، قَالَ هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا

اے موسیٰ آپ کے داہنے ہاتھ میں کیا ہے۔ کہا یہ میری لاٹھی ہے میں کبھی اس پر سہارا لگاتا ہوں

Www.IslamicBooks.Website

عَلٰی غَنَمِیْ وَلِیَ فِیْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰی (طٰہٰ ۔ ۱۷ ۔ ۱۸)

اور کبھی اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے اور بھی کام نکلتے ہیں۔

لیکن جب اللہ نے حکم دیا کہ اس کو زمین پر پھینک دو تو یہی لاٹھی حکم الٰہی سے معجزہ اور "نشانی" بن گئی، چنانچہ فرمایا،

قَالَ اَلْقِهَا یٰمُوْسٰی فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِیَ حَیَّةٌ تَسْعٰی قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِیْدُهَا سِیْرَتَهَا الْاُوْلٰی۔ (طٰہٰ ۔ ۱۹ ۔ ۲۰ ۔ ۲۱)

فرمایا، موسیٰ لاٹھی کو زمین پر ڈال دو۔ انہوں نے ڈال دیا تو وہ یکایک ایک دوڑتا ہوا سانپ بن گئی۔ ارشاد ہوا اس کو پکڑ لو اور ڈرو نہیں، ہم ابھی اس کو اس کی پہلی حالت پر کر دیں گے۔

یعنی جیسی عام لاٹھی تھی ویسی ہی پھر بنا دیں گے۔

بیشک مسلمان اگر اللہ قادر مطلق پر پختہ ایمان رکھ لے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کے عجائبات اور اپنی مخلوق کے معجزات کی جو خبریں دی ہیں ان کو قبول و تسلیم کرنے میں اسے ذرا مشکل نہ ہو۔ مثلاً آدم کا مٹی سے پیدا کیا جانا اور پھر اس پتلے کو حکم دینا کہ ہو جا اور وہ مکمل انسان بن گیا اور آدم کی پسلی سے حوا کا پیدا کرنا، اور حضرت عیسیٰ کو باپ کے بغیر پیدا کرنا، اسی طرح انبیاء اور اولیاء کے دوسرے معجزات، جیسے اہل کہف جنکے حالات اللہ نے ہمیں بتائے، نیز انبیاء کیلئے معجزات کا ہونا ضروری ہے جس سے دین کو قوت ملتی ہے اور اُن کی دعوت کی تصدیق کا وہ سبب بنتے ہیں۔ اسی لئے انبیائے کرام نے ایسے معجزات پیش فرمائے جن کو دیکھ کر عقلیں حیران رہ گئیں۔

اگر قرآن مجید نے ان معجزات کا حال نہ بیان کیا ہوتا جن کے ذریعہ اللہ نے حضرت موسیٰ، عیسیٰ اور سلیمان اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی تائید فرمائی تھی تو لوگ انبیاء کے ساتھ ان کے معجزات اور اُن پر نازل ہوئی آسمانی کتابوں کو بھی جھٹلا دیتے،

Www.IslamicBooks.Website

اور فی زمانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت اور اس قرآن پر ایمان لائے بغیر جو آپ پر نازل ہوا ہے انبیاء سابقین کے معجزات کا ثابت کرنا ممکن ہی نہیں کیونکہ اللہ نے قرآن ہی کے ذریعہ تو ان کی بابت فرمایا ہے :۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۔ (النمل - ۷۶-۷۷)

بیشک یہ قرآن بنی اسرائیل کی بابت اکثر وہ باتیں بیان کرتا ہے جن کے بارے میں وہ اختلاف کرتے ہیں اور بیشک قرآن مومنین کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔

نیز فرمایا :۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ۔ (یوسف - ۳)

اور ہم آپ سے بہترین قصّہ بیان کرتے ہیں اس قرآن کے ذریعہ جو ہم نے آپ کی طرف وحی کیا ہے اور آپ اس سے قبل اس قصّہ سے بالکل، بے خبر تھے۔

نیز فرمایا :۔

لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ۔ (یوسف - ۱۱۱)

بیشک ان کے قصّے میں عقل والوں کے لئے بڑی عبرت ہے یہ کوئی گڑھی ہوئی بات نہیں، بلکہ اپنے سے قبل کی تصدیق ہے اور ہر چیز کی تفصیل۔

نیز فرمایا :۔

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا

اسی طرح ہم آپ سے پچھلی خبریں بیان کرتے ہیں اور ہم نے آپ کو اپنی طرف سے ذکر عطا

Www.IslamicBooks.Website

ذِكْرًا مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا۔ (طٰہٰ۔ ۹۹-۱۰۰)

کیا ہے جو اعراض کرے گا اس سے قیامت کے دن اس کا بوجھ اٹھائیگا۔

اللہ کے یہ معجزات کچھ تو وہ ہیں جو خلق اور تکوین کے طریقہ پر چل رہے ہیں اور کچھ وہ ہیں جو انسان کے معروف عادات وطریقوں کے خلاف جاری ہیں جو باری تعالیٰ کی قدرت کی منہ بولتی دلیلیں ہیں اور اُن کو اللہ نے اپنی مخلوق میں خلاف عادت پیدا کیا ہے:۔

اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔ (یٰسین۔ ۸۲)

بس اس کا معمول یہ ہے کہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اُس سے کہدیتا ہے ہوجا اور وہ ہوجاتی ہے

اس طرح انبیاء کرام نے ایسی ایسی چیزیں پیش کیں جن کو دیکھ کر عقلیں حیران رہ گئیں معجزات اور غیبی چیزوں کے بارے میں عوام کے خیالات دو قسم کے ہیں۔

ایک تو نیچری اور دہریے ہیں جو ہر اُس چیز کا انکار کر دیتے ہیں جن کو اپنے حواس سے وہ محسوس نہیں کر لیتے، اس بنیاد پر وہ وجود باری تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں، ملائکہ کو جھٹلاتے ہیں۔ اسی طرح عجائب اور معجزات جن کی تہہ تک وہ نہیں پہونچ سکے، جب اُن کی بابت سنتے ہیں تو فوراً انکار کر دیتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے:۔

بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا

بلکہ اُنہوں نے اُس چیز کو جھٹلا دیا جس کو اپنے علم کے دائرہ میں نہیں لے آسکے تھے اور نہ اُس کا انجام ان کے پاس آیا تھا۔ اسی طرح ان سے پہلے والوں نے بھی جھٹلایا تھا۔ تو دیکھ لو ان ظالموں کا انجام کیسا ہوا، ان میں سے بعض وہ ہیں، جو ایمان رکھتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو.....

Www.IslamicBooks.Website

يُؤْمِنُ بِهٖ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ
وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ
عَمَلُكُمْ اَنْتُمْ بَرِيْئُوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ
وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۔ (یونس۔ ۳۹-۴۱)

ایمان نہیں رکھتے اور تمہارا رب ان مفسدوں کو
خوب جانتا ہے۔ اگر انھوں نے آپ کو جھٹلا دیا تو
کہدیجئے میرے لئے میرا عمل اور تمہارے لئے تمہارا عمل
تم بری ہو میرے عمل سے میں بری ہوں تمہارے عمل سے

ان کا یہی طریقہ تمام علمی نظریات میں ہے کہ وہ آیات الٰہی کا انکار کرتے ہیں اور، انبیاء کے معجزات کو جھٹلاتے ہیں اور ان میں سے کسی چیز پہ بھی ایمان نہیں رکھتے ایسے لوگ دین اسلام سے مرتد سمجھے جاتے ہیں اور مُرتد اصلی کافر سے بدتر ہوتا ہے اور ایسے مُرتد لوگوں کی تعداد شہروں میں بہت بڑھ گئی ہے جس کو فرنگی تہذیب و تربیت نے بگاڑ رکھا ہے، ایسے مسخ شدہ لوگوں کو نئے فیشن کے مُطابق "مثقف" تعلیم یافتہ کا نام دیا جاتا ہے، سچ ہے:۔

عَمِيَ الْعُيُوْنُ عَمُوْا عَنْ كُلِّ فَائِدَةٍ
لِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ تَقْلِيْدًا

آنکھیں اندھی ہوگئیں اور وہ ہر فائدہ سے محروم ہوگئے
کیوں کہ اُنھوں نے محض تقلید میں اللہ سے انکار کیا

دوسرے قسم کے لوگ وہ سچّے مومن ہیں جو اللہ کی تمام باتوں کی دل سے تصدیق کرتے ہیں جس میں شک و شبہے کا ذرا شائبہ تک نہیں رہتا، خواہ اس بات کی حقیقت کو انہوں نے اپنی عقل سے سمجھا ہو یا نہیں۔ ایسے لوگ سچّے مومن ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور رسول اللہ کی تصدیق کرتے ہیں اور اُنھیں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے

الٓمّٓ ۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ
هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ
بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا
رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ

یہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں متقیوں
کیلئے ہدایت ہے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور
نماز قائم کرتے ہیں اور جو ہم نے ان کو دیا اس
میں سے خرچ کرتے ہیں، اور جو ایمان لائے

Www.IslamicBooks.Website

بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ، اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (البقرۃ - ۱ - ۵)

اس کتاب پر جو آپ کی طرف اتاری گئی ہے اور جو آپ سے پہلے اتاری گئی ہے اور جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی کامیاب ہونیوالے ہیں۔

اور معجزہ کو محض اسی لئے معجزہ کہتے ہیں کہ وہ اللہ کے عمل سے واقع ہوتا ہے اس میں کسی نبی یا غیر نبی کا کوئی دخل نہیں اور معجزہ کی حکمت یہی ہے کہ اگر نبی اپنی امت سے یہ صرف کہیں کہ اللہ نے مجھے آپ لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا ہے اور اپنے دعویٰ کی تصدیق کیلئے کوئی نشانی یا معجزہ نہ پیش کریں تو لوگ نہ آپ کی بات پر دھیان دیں گے نہ ایمان لائیں گے۔ لیکن اپنے دعویٰ رسالت کے ساتھ ساتھ اگر وہ کوئی آیت اور معجزہ بھی پیش کر دیں جس کے پیش کرنے میں نہ اُن کو کوئی دخل ہو نہ عمل و صلاحیت اور وہ عام روا جی چیزوں سے ہٹ کر نئی چیز بھی ہوں اور کوئی دوسرا شخص اس معجزہ کو چیلنج بھی نہ کر سکتا ہو نہ اس کا جواب دے سکتا ہو، تو یہ بات پیغمبر کی سچائی اور ان کی نبوت کی صحت کے لئے بڑا ثبوت کا کام کرے گی اور معجزہ کو معجزہ محض اس لئے کہا جاتا ہے کہ لوگ اس کے مقابلہ اور مثال پیش کرنے سے عاجز رہتے ہیں اور یہ معجزات اللہ کی طرف سے وہ علامات و دلائل ہیں جن کے ذریعہ اللہ اپنے بندوں کو اپنے رسولوں کی حقانیت اور دین کی سچائی کا ثبوت دیتا ہے۔

اللہ نے معجزہ کو برہان بھی کہا ہے جیسا کہ فرمایا "فذانك برهانان من ربك" یعنی حضرت موسیٰ کی لاٹھی اور ان کا ید بیضاء اللہ کی طرف سے برہان ہے، اور اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اترنیوالا قرآن انبیاء سابقین کے جو حالات بیان کرتا ہے یہ خبریں معجزہ ہیں اور قرآن نے ان خبروں کو بار بار بیان کیا ہے، کہیں تفصیل

Www.IslamicBooks.Website

کے ساتھ، کہیں غیر مضر اختصار کے ساتھ۔

انبیار سابقین کے حالات اس لئے بھی بیان کئے جاتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ، نے اپنی مقدّس کتابوں جیسے توراۃ و انجیل وغیرہ کو بدل ڈالا اور اس میں اللہ کے رسولوں کی بابت بہت سی جھوٹی خبریں بڑھا دیں۔ جیساکہ اللہ نے فرمایا:۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَ وَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ۔ (البقرۃ۔ ۷۹)

بڑی خرابی ہے اُن کیلئے جو کتاب (توراۃ) کو اپنے ہی ہاتھوں لکھ لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کیطرف سے ہے تاکہ اس کے عوض قدرے قلیل پونجی حاصل کرلیں تو یہ بڑی خرابی ہے اسکے عوض بھی جو وہ، اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں اور بڑی خرابی ہے انکے لئے اس کے عوض بھی جو وہ کماتے ہیں۔

اور وہ اپنے پادری علماء کیلئے یہ جائز سمجھتے تھے کہ یہ علماء جس طرح اور جو چاہیں، شریعت ربّانی میں ہیر پھیر کر ڈالیں کیوں کہ اُن لوگوں نے علماء و درویشوں کو اللہ کے مقابلہ میں رب کا درجہ دے رکھا تھا۔

نیز قرآن مجید پچھلی کتابوں کی محافظ اور ان میں شامل کی گئی غلط باتوں کو صاف و پاک کرنے والی بھی ہے اور حق کو حق اور باطل کو باطل ثابت کرتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انبیار سابقین کے معجزات و قصص کو بار بار دہرایا ہے تاکہ پچھلی تاریخ کے لئے قرآن ہی واحد مرجع باقی رہ جائے، چنانچہ فرمایا:۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّ رَحْمَةٌ

بیشک یہ قرآن بنی اسرائیل پر اکثر ان باتوں کو بیان کرتا ہے جنمیں وہ اختلاف کرتے ہیں اور بیشک یہ کتاب مومنوں کے لئے ہدایت و رحمت

Www.IslamicBooks.Website

لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۔ (النمل - ٧٦)

ہے ۔

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔ (المائدہ - ١٥-١٦)

اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارے رسول آئے ہیں کتاب میں جو باتیں تم چھپاتے تھے ان میں سے اکثر کو وہ بیان کر دیتے ہیں اور بہت سی باتوں کو معاف کر دیتے ہیں۔ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک روشن چیز آئی ہے اور ایک کتاب واضح کہ اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ان کو راہ حق کی رہنمائی فرماتے ہیں جو اس کی رضا کے تابع ہیں اور اُن کو تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے آتے ہیں اور اُنکو راہ راست پر قائم رکھتے ہیں ۔

اور اس لئے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عرب و عجم کی طرف رسول بنا کر بھیجا ۔ جیسا کہ ارشاد ہے :۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ (سبا - ٢٨)

اور ہم نے آپ کو سب لوگوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ۔

اور فرمایا :۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ

جو لوگ اتباع کرتے ہیں رسول نبی اُمّی کا جن کا ذکر اپنے پاس توراۃ و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں جو لوگوں کو معروف کا حکم دیتے ہیں اور منکر سے روکتے ہیں اور اُن کے لئے پاکیزہ چیزیں حلال کرتے

Www.IslamicBooks.Website

عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ، فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا۔

ہیں اور اُن پر گندی چیزوں کا استعمال حرام کرتے ہیں اور ان سے ان کے بوجھ اور طوق کو دُور کرتے ہیں، تو جو لوگ ان پر ایمان لے آئے اور ان کی مدد کی، ان کی حمایت کی اور اس نور کی پیروی کی جو ان کے ساتھ اتارا گیا تھا تو ایسے لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ کہہ دیجئے اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

(الاعراف - ۱۵۷)

لہٰذا جس قصّے کو ہم قرآن کے بیان کے خلاف پائیں ہمارا فرض ہے کہ ان کو دیوار پر پھینکدیں کیوں کہ جو چیز قرآن کے خلاف ہے اس کی ہمیں کچھ حاجت نہیں اس لئے کہ ان کی صحت پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا اور ان میں کثرت سے جھوٹ کی آمیزش کی گئی ہے۔

نیز معجزات اور غیبی چیزوں کا مقابلہ عقل و رائے سے کیا ہی نہیں جا سکتا کیوں کہ وہ اللہ قادر مطلق کی صنعت و کاریگری کا ظہور ہیں، پیغمبر کے عمل و کسب سے ان کا کچھ تعلق نہیں۔ لہٰذا معجزات کو دلیل بنانا اور اُن کے جواب لانے پر چیلنج کرنا کیوں کہ لوگ اس کے آگے عاجز و بے بس ہیں) یہ معجزات کی صحت ان کے پیش کرنیوالے کی سچائی کی بین دلیل ہیں۔ ان معجزات میں سے وہ قرآن بھی ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا اور وہ اللہ کی مخلوق پر بہت بڑی حجت ہے۔ یہ ابدی معجزہ اور سارے عصر کی نشانی، کتاب سعادت، دستور عدالت، اور قانون فضیلت ہے جو رذائل سے بچاتی ہے، ارض الٰہی پر اللہ کا دسترخوان ہے، جو شخص اس کو مضبوط تھامے گا اُس کی

Www.IslamicBooks.Website

حفاظت کی ضامن ہے اور جو اس کی پیروی کرے گا اس کی نجات کا ذریعہ ہے۔
قرآن کثرت استعمال سے پرانا نہیں ہوتا، اس کے عجائبات کبھی ختم نہ ہوں گے، یہ وہ بہترین قرآن ہے جو رشد و ہدایت کی طرف رہنمائی کرتا ہے، اس میں پچھلی اُمتوں اور ان کے انبیاء کی خبریں ہیں، اور اُن کے ساتھ ہونے والے تمام موافق و مخالف حالات کی تفصیل ہے۔ جیسا کہ فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ | بیشک یہ قرآن بنی اسرائیل کے متعلق اکثر وہ باتیں |
| اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ | بیان کرتا ہے جن میں وہ جھگڑتے ہیں، |
| يَخْتَلِفُوْنَ، وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ | اور یہ مومنوں کیلئے ہدایت و رحمت ہے۔ |
| لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۔ (النمل - ۷۶) | |

فَيَا لَهَا مِنْ اٰيَاتِ حَقٍّ تَوَاهْتَدٰى بِهِنَّ مُرِيْدُ الْحَقِّ كُنَّ هَوَادِيَا

اگر حق کا متلاشی قرآن کی آیات حقہ سے ہدایت پانا چاہتے ہو تو یہ اُس کے رہنما ہیں۔

وَلٰكِنْ عَلٰى تِلْكَ الْقُلُوْبِ اَكِنَّةٌ فَلَيْسَتْ وَاِنْ اَصْغَتْ تُجِيْبُ الْمُنَادِيَا

لیکن دوسرے قلوب پر پردہ ہیں، وہ کتنا بھی کان لگائیں اُن کی پکار کا یہ جواب نہیں دیتا

قرآن میں ایک سو چودہ سورتیں ہیں جنمیں سور طوال اور سور قصار بھی ہیں اور اسی کے ساتھ فصاحت و بلاغت سے بھی معمور ہیں، اللہ نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا جو نہ لکھی ہوئی چیزیں پڑھ سکتے تھے نہ لکھ سکتے تھے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ آپ کا اُمی ہونا ہی معجزہ ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے:۔

| | |
|---|---|
| وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ | اور آپ اس کتاب سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھتے |
| كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ | ہوتے تھے اور نہ کوئی کتاب لکھ سکتے تھے کہ |
| الْمُبْطِلُوْنَ ۝ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌ | ایسی صورت میں یہ باطل پرست لوگ شبہ |

Www.IslamicBooks.Website

بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ۔ (العنکبوت - ۴۸ - ۴۹)

کرتے بلکہ یہ کتاب خود بہت ہی واضح دلیلیں ہیں ان لوگوں کے ذہن میں جنکو علم عطا ہوا ہے۔ پس ہماری آیتوں سے ظالم ہی لوگ انکار کر سکتے ہیں

اور اللہ نے ساری مخلوق کو چیلنج کیا کہ اس قرآن کے مثل ایک ہی سورہ پیش کر دیں لیکن سب عاجز رہے، جیسا کہ فرمایا:۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔ (بنی اسرائیل - ۸۸)

کہدو اگر اکٹھے ہو جائیں سب انسان اور جن اس بات کیلئے کہ اس قرآن کے برابر پیش کر دیں تو وہ اس کے مثل نہیں پیش کر سکتے خواہ ایک دوسرے کا مددگار کیوں نہ بن جائے۔

اور ساری مخلوق کیلئے یہ چیلنج محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت نیز آپ کی رسالت کی صداقت اور قرآن کی حقانیت کے لئے بہت بڑا معجزہ ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:۔

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ، ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ۔ (الحاقۃ - ۴۴ - ۴۶)

اگر پیغمبر ہمارے ذمہ کچھ جھوٹی باتیں لگا دیتے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے اور اُن کی رگِ دل کاٹ لیتے۔

یہ نہ کہا جائے کہ یہ قرآن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر اللہ کے کلام کیئے بغیر اور حضرت جبرئیل کے آپ پر اُتارے بغیر ہی اُتر گیا ہے۔ کیوں کہ یہ اس قرآن کی صاف تکذیب ہے اور یہ ایک اکیلے سرکش ظالم کی کہی ہوئی بات ہے جس نے کہا "اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ" یہ صرف ایک بشر کا کلام ہے۔ مزید کہا گیا:۔

وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً

اور یہ کافر کہتے ہیں کہ یہ قرآن بے سند باتیں ہیں جو اگلوں سے منقول چلی آتی ہیں جن کو اس پیغمبر نے

Www.IslamicBooks.Website

وَّاَصِيْلًا، قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ (الفرقان - ۵-۶)

لکھوالیا ہے وہی صبح وشام اسپر پڑھی جاتی ہیں کہدیجئے کہ اس قرآن کو تو اس ذات نے اتارا ہے جو آسمان وزمین کی سب چھپی باتوں کو جانتا ہے بیشک وہ غفور ورحیم ہے۔

قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ۔ (النحل - ۱۰۲)

آپ کہدیجئے اس کو روح القدس نے آپ کے رب کی طرف سے حق کے ساتھ نازل کیا ہے

قرآن کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے معجزات بھی عطا کئے گئے تھے جیسے آپ کی انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا، اور تھوڑا کھانا زیادہ ہوجانا وغیرہ۔ لیکن سب سے بڑا معجزہ قرآن ہے جو ہر دور اور ہر عصر کے لئے نشانی اور معجزہ ہے، اور ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کی حالت کے مطابق معجزہ عطا فرمایا تھا، موسیٰ علیہ السلام کو متعدد معجزات اس لئے دیئے گئے کہ وہ بڑی سرکش قوم یعنی فرعون وہامان وقارون جیسے لوگوں کی طرف بھیجے گئے تھے۔ اللہ کا ارشاد ہے:۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ، اِلٰى فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ۔ (المومن - ۲۴)

ہم نے موسیٰ کو اپنے احکام اور کھلی دلیل کیساتھ فرعون اور ہامان اور قارون کی طرف بھیجا، تو اُنہوں نے کہا یہ جادوگر جھوٹا ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ۔ (الاسراء - ۱۰۱)

اور ہم نے موسیٰ کو کھلے ہوئے نو معجزے دیئے۔

اور وہ نو معجزے یہ تھے، ید بیضاء، لاٹھی، وہ پتھر جسے آپ اُٹھاتے تھے پھر اس کو لاٹھی سے مارتے تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلتے ہر شخص جماعتوں کی تعداد

Www.IslamicBooks.Website

کے اعتبار سے اپنے اپنے گھاٹ کو جان لیتا، فرعون اور اُس کے لشکر کے ڈبھیڑ کے وقت سمندر کا پھٹ پڑنا جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:۔

| | |
|---|---|
| قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓی اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ | موسیٰ کے ساتھیوں نے کہا ہم پکڑ لئے گئے موسیٰ |
| قَالَ كَلَّا اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ | نے فرمایا، ہرگز نہیں کیونکہ میرے ساتھ میرا رب ہے |
| فَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ | وہ مجھ کو ابھی راستہ بتلائیگا۔ تو ہم نے موسیٰ کیطرف |
| الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ | وحی کی کہ اپنی لاٹھی کو سمندر پر مارو، دریا پھٹ |
| الْعَظِیْمِ۔ (الشعراء۔ ۶۳) | پڑا اور ہر حصہ ایسا ہوگیا جیسے بڑا پہاڑ۔ |

حضرت موسیٰ کی طرح اللہ کے نبی حضرت سلیمان کے معجزات بھی ہیں کیوں کہ اللہ نے ان کے لئے ہوا کو تابع کر دیا تھا جو اُن کے حکم سے جہاں وہ چاہتے تھے نرمی سے چلتی تھی۔ وہ بچھونا بچھا دیتے تھے اور اُس پر وہ اور اُن کے لشکری اور دوسرے احباب سوار ہو جاتے تھے اور ہوا اُن کو اس طرح لیکر چلتی کہ صبح کی سیر ایک ماہ کے برابر ہوتی اور شام کی سیر ایک ماہ کے برابر ہوتی۔

اسی طرح حضرت صالح علیہ السلام کا معجزہ جن کے لئے اللہ نے سخت چٹان سے ایک اونٹنی پیدا کر دی تھی جس کے لئے گھاٹ پر ایک دن مقرر تھا دوسرے دن قوم والوں کے لئے حضرت صالح نے فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰیَةً فَذَرُوْهَا | یہ اونٹنی ہے اللہ کی جو تمہارے لئے دلیل ہے |
| تَاْكُلْ فِیْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا | سو اس کو چھوڑ دو کہ زمین میں کھائے اور اس |
| بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ | کو برائی کے ساتھ ہاتھ مت لگانا کہیں تم کو |
| (الاعراف۔ ۷۳) | دردناک عذاب نہ پکڑ لے۔ |

اور اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو مٹی سے پرندے کی شکل بناتے اور اس

Www.IslamicBooks.Website

میں پھونک مارتے تو وہ اللہ کے حکم سے چڑیا بن جاتا اور وہ مادر زاد اندھے کو اور کوڑھی کو اچھا کر دیتے اور اللہ کے حکم سے مُردے کو زندہ کر دیتے اور لوگ جو کچھ اپنے گھروں میں جمع کر کے رکھتے اس کو بتلا دیا کرتے تھے۔

اہل کتاب یہود و نصاریٰ بھی ان معجزات کی تصدیق کرتے تھے کیوں کہ ان کی کتابوں میں ان کا ذکر تھا اور وہ آپس میں اس کی شہادت دیا کرتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ یہود و نصاریٰ عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہیں اُن کا کہنا ہے کہ یہ وہی دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور ان کی قوم کو نجات دی تھی اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا تھا، تو آپ نے فرمایا "موسیٰ کے ساتھ ہمارا حق یہودیوں سے زیادہ ہے لہٰذا یہودیوں کی مخالفت کرو اور عاشورہ سے ایک دن پہلے یا بعد مزید ایک روزہ رکھو"۔ ان معجزات اور دلائل واضحہ کا جاننا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کیوں کہ اللہ نے ان معجزات کو اپنے ان انبیاء اور رسولوں کی صداقت کے لئے پیش کیا تھا جو ان معجزات کو اللہ کی طرف سے لائے تھے اور اُنہوں نے اپنی سچائی کی دلیل میں قوم کے سامنے ان کو پیش کیا تھا۔ اور یہ معجزات خود دلیل ہیں خارق عادت ہونے کی اور ان کا مقابلہ کرنا نیز ان کی مثال پیش کرنا ممکن نہیں ہے کیوں کہ یہ انسانی عقل و محنت سے نہیں بنائے گئے ہیں اور نہ انبیاء کے سوا کوئی اُن کو پیش کر سکتا، اسی بنا پر منکرین ان معجزات کو دیکھ کر انبیاء کو جادوگر کہا کرتے تھے، جیسا کہ قرآن نے بیان کیا

كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ، اَتَوَاصَوْا بِهٖ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۔ (الذّٰریٰت ۔ ۵۲-۵۳)

اسی طرح ان سے پہلے جتنے رسول بھی آئے سب کو اُنھوں نے جادوگر یا مجنوں کہا کیا اس کی انہوں نے ایک دوسرے کو وصیت کر رکھی تھی، نہیں بلکہ یہ بہت سرکش لوگ ہیں۔

Www.IslamicBooks.Website

مسلسل تمام انبیاء کو جادوگر کہے جانے کا مطلب یہ ہے کہ یہ منکرین ایکدوسرے کو ایسا کہنے کی وصیت کیا کرتے تھے، حالانکہ یہ معجزات اللہ تعالیٰ کی جانب سے پیش کئے جاتے ہیں، جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنے رسولوں اور کتابوں کی صداقت واضح کرنا چاہتا ہے (وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ) اور کسی نبی کے لئے ممکن نہیں کہ اللہ کے حکم کے بغیر وہ کوئی معجزہ پیش کر سکیں۔

رہے جادوگر، کاہن اور شعبدہ باز تو یہ عام عادی امور ہیں جن کو اکثر لوگ کیا کرتے ہیں اور جن کا باطل و بیکار ہونا فوراً ہی ظاہر بھی ہو جاتا ہے، اور عوام الناس کے شرک و کفر اور بت پرستی میں شریک ہونے کی خاص وجہ یہی تھی کہ لوگ انبیاء کی ہدایت سے اعراض کرتے تھے، اُن پر ایمان لانے کے بجائے اپنی ہی عقل و رائے پر ایمان رکھتے تھے۔ لیکن مسلمان جب اللہ قادر مطلق پر ایمان کامل رکھے تو اللہ نے اپنی کتاب میں جن عجائبات کی خبر دی ہے ان کو تسلیم کرنے میں ذرا ہچکچاہٹ نہ ہو، جیسے آدم کے مٹی سے پیدا کئے جانیکا عجوبہ، پھر آدم کی پسلی سے حوا کا پیدا ہونا، اسی طرح حضرت عیسیٰ کا باپ کے بغیر پیدا ہونا۔ ان عجائبات کا رسولوں کو دیا جانا بھی ضروری ہے کیوں کہ اس سے ان کے دین کو تقویت ملتی اور اُن کی دعوت کی تصدیق ہوتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ و موسیٰ کے معجزات کا ذکر قرآن میں نہ فرمایا ہوتا تو لوگ نہ ان پیغمبروں کو مانتے نہ اُن کی کتابوں اور معجزات کو تسلیم کرتے۔ اسی طرح انبیاء سابقین کے معجزات کو ثابت کرنا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو ثابت نہ کر لیا جائے اور اس قرآن کی تصدیق نہ کر لی جائے جو آپ پر نازل کیا گیا اور جو بنی اسرائیل کے متعلق ان امور کا انکشاف کرتا ہے جسمیں وہ لڑ جھگڑ رہے ہیں اس کے علاوہ قرآن مومنوں کے لئے ہدایت و رحمت بھی ہے۔

Www.IslamicBooks.Website

اللہ کی نشانیاں کچھ تو وہ ہیں خوخلق و تکوین کے بارے میں اس کی عام سنت رائجہ کے مطابق جاری ہیں۔ اور کچھ نشانیاں ایسی ہیں جو ایسے طریقے پر جاری ہیں، جو انسانوں کے لئے خلاف عادت ہیں اور جو اللہ کی قدرت کاملہ پر دلالت کرتی ہیں اور اس بات کا ثبوت ہیں کہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور یہ کہ خرق عادات امور کا صدور اللہ کی شان میں داخل ہے۔ لیکن مادہ پرست ملحد جو اللہ کے وجود اور اس کی مکمل قدرت کا انکار کرتے ہیں فوراً ہی ان خوارق معجزات کا انکار کر ڈالتے ہیں، جن کی حقیقت تک وہ پہونچ نہیں سکے ہیں اور جن چیزوں کو وہ عام سنت کے برخلاف پاتے ہیں ان کی کھینچ تان کر من مانی تاویل کرتے ہیں، جیسا کہ اللہ نے فرمایا:۔

بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ۔ (یونس - ۳۹)

بلکہ انھوں نے ایسی چیز کو جھٹلا دیا جس کو وہ اپنے علم میں نہ لا سکے تھے اور نہ ہی اسکی تکذیب کا اُن کو انجام ہی ملا۔ اسی طرح اُن سے پہلے والوں نے بھی جھٹلایا تھا، پس دیکھ لیجئے ان ظالموں کا انجام کیسا ہوا۔

اور تمام علمی نظریات میں بھی ان کا یہی طریقہ ہے۔ وہ آیات الٰہی کی تکفیر و تکذیب کرتے ہیں اور کسی ایک بات پر بھی ایمان نہیں۔ جو چیز بھی ان کی نگاہوں سے پوشیدہ ہے اور جس کا انہیں علم نہیں وہ اسے صاف جھٹلا دیتے ہیں۔ وجود باری تعالیٰ، ملائکہ اور جنت و دوزخ سب کو جھٹلاتے ہیں۔ ان ملحد فلسفیوں کا انسانوں کے دینی و دنیاوی امور میں فساد و بگاڑ پیدا کرنا، لکڑیاں توڑنے والے کا آگ بھڑکانے سے زیادہ، نقصان دہ ہے۔ کیوں کہ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ (معاذ اللہ) انبیاء لوگوں سے جھوٹی باتیں کہتے ہیں اور بے حقیقت باتوں کی تبلیغ کرتے ہیں اور سنن و عادات کے خلاف باتوں

Www.IslamicBooks.Website

کا ارتکاب کرتے ہیں۔

ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ۔ یہ ان کافروں کا گمان ہے اور ایسے کافروں کے لئے جہنم کی تباہی ہے۔

انھوں نے دین کو بالکلیہ جھٹلا دیا اور کتاب الٰہی اور رسولوں کی دی گئی شریعت سب کو جھٹلا دیا۔ اور یہ انکارِ خدا کی سب سے بدتر قسم ہے کیوں کہ اس کا نقصان عوام میں سرایت ہو کر اس باطل عقیدہ کے ذریعہ لوگوں کی گمراہی اور دین سے خروج کا سبب بنے گا اور عوام بے دین ہو کر آوارہ و حیران ہو جائیں گے، کیوں کہ جب یہ لوگ اپنے ان اعتقادات کا شہروں میں چرچا کریں گے تو اس کا انجام ملک میں فتنہ اور فساد عظیم کی شکل میں رونما ہوگا۔ اس لئے کہ کفر و الحاد کا علانیہ پروپگنڈہ فساد کی جڑ اور، ملکوں کی تباہی اور بندگان خدا کے اخلاق کی بربادی کا موثر سبب ہے۔

رہے انبیاء کے فرائض تو انبیاء بشر تھے اللہ نے ان کو دین حق کے ساتھ مخصوص کر دیا تھا کہ وہ اپنے قول و عمل اور تعلیم و ارشاد اور تبشیر و انذار کیساتھ اللہ کے بندوں تک اللہ کا پسندیدہ دین پہونچائیں اور شریعت الٰہیہ کے احکام کو ان میں عدل و مساوات کے ساتھ نافذ کریں۔ اور اللہ نے اُن کو اپنی مخلوق میں اتنا بھی حق تصرف نہیں دیا ہے کہ وہ اپنے باپ، بیٹے اور لوگوں میں سے جو بھی ان کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہیں ان کو ہدایت دے سکیں، چنانچہ حضرت ابراہیم کے والد کافر رہ کر زندہ رہے اور کافر ہی رہ کر مرے بھی اور دُنیا میں اللہ کے پہلے نبی حضرت نوح کا لڑکا کافر کی حالت میں مرا اور اللہ نے حضرت نوح کو اجازت نہیں دی کہ اس کو اپنی کشتی پر سوار کر لیں اور وہ بھی سب کے ساتھ غرق ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا ابولہب آپ کو اذیت پہونچانے والوں اور دین سے لوگوں کو روکنے والے، آپؐ کے دشمنوں میں

Www.IslamicBooks.Website

سب سے سخت تھا جس کی مذمت اور وعید میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کی ایک سورہ ہی نازل فرمادی جس کی تلاوت قیامت تک مسلمان کرتے رہیں گے۔ آپ کے چچا ابوطالب جنھوں نے آپ کی کفالت اور پرورش کی اور مشرکین کے حملوں کو آپ کی طرف سے روکا اور آپؐ کی نبوّت کی سچّائی کا اعتراف کیا، لیکن جب آپ نے ان سے مرنے کے وقت فرمایا "عم محترم لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کر لیجئے کہ میں اس کے ذریعہ اللہ کے یہاں آپ کی شفاعت کر سکوں"، تو اُنھوں نے انکار کر دیا اور عبدالمطلب کے دین پر مرے۔ اللہ نے اسی کی بابت یہ آیت نازل فرمائی، اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِیْ مَنْ يَّشَاءُ۔

آپ جن کو چاہتے ہیں ان کو ہدایت نہیں دے سکتے، بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے صراطِ مستقیم کی طرف راہ دکھاتا ہے۔ اور اللہ نے آپ کو ان مشرکین کے لئے مغفرت کی دُعا کرنے سے منع فرمایا، اور فرمایا:۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ۔

جائز نہیں ہے نبی اور ایمان والوں کے لئے کہ وہ مشرکین کے لئے استغفار کریں، خواہ وہ اُن کے قرابت دار ہی کیوں نہ ہوں، جب ان کے بارے میں معلوم ہو گیا کہ وہ جہنّمی ہیں۔ (التوبہ۔۱۱۳)

کیوں کہ جس کے عمل نے اس کو روک لیا، اس کا نسب اس کو آگے نہیں بڑھا سکتا۔ الغرض، انبیاء کرام کے معجزات سب کے سب اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں انبیاؑ کے کسب و تصرّف سے نہیں ہوتے، جیسا کہ قرآن نے کہا:۔

وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ (المومن۔۷۸)

کسی رسول کیلئے ممکن نہیں کہ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی معجزہ پیش کر سکے۔

Www.IslamicBooks.Website

اور اللہ تعالیٰ اُن معجزات کے ذریعہ اپنے انبیاء کی محض اسی لئے تائید کی ہے کہ یہ معجزات انبیاء کے حق میں ان کی قوم پر حجت بن جائیں تاکہ ہدایت کا خواہشمند اُن کو دیکھ کر راہ یاب ہو جائے اور منکرین پر عذاب کا فیصلہ ثابت ہو جائے۔ فرمایا،

| | |
|---|---|
| اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْهِمْ كَلِمَتُ | جن پر تمہارے رب کی بات ثابت ہو چکی جب |
| رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ | تک وہ عذاب الیم نہ دیکھ لیں کبھی ایمان نہیں |
| كُلُّ اٰیَةٍ حَتّٰى یَرَوُا الْعَذَابَ | لائیں گے خواہ ان کے پاس سب معجزات ہی |
| الْاَلِیْمَ۔ (یونس۔ ۹۶۔۹۷) | کیوں نہ آجائیں۔ |

انبیاء کرام کے جو معجزات ثابت ہیں اور اولیاء کرام کی جو کرامات بھی مثلاً اصحاب کہف وغیرہ کی کرامات تو جن کی دلالت نصوص قرآنیہ سے واضح ہے اُن کا اعتبار تو قطعی طور پر کیا جائے گا، رائے و قیاس کے سہارے ان کا انکار ممکن نہیں اور نہ ہی اُن کے حقیقی مُراد و معنی کو تاویل کے ذریعہ بدلا جا سکتا ہے۔ انبیاء کرام نے بہت سی محیر العقول باتیں پیش کی ہیں، لہٰذا ان کا جھٹلانا قواعد شرعیہ قطعیہ معتبرہ کے خلاف ہے بلکہ اسلام سے ارتداد کے برابر۔ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ یُحِیْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا یَاْتِهِمْ تَاْوِیْلُهٗ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِیْنَ "یعنی علم کے بغیر انہوں نے اس کو جھٹلا دیا اور نہ ہی ان کو ابھی اس تکذیب کا انجام ملا۔ اسی طرح ان سے پہلے والوں نے بھی جھٹلایا تھا، دیکھ لو ان کا انجام کیا ہوا (سورۃ یونس۔ ۳۹)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے فرمایا۔ "ہر مسلمان پر اللہ اور اُس کے رسول کی بتائی ہوئی باتوں کی تصدیق ضروری ہے اور یہ ہرگز ضروری نہیں کہ اس امر و نہی یا خبر پر کوئی عقلی دلیل بھی موجود ہو کیوں کہ اسلام کی بنیادی بات جس کو اضطراراً معلوم کیا گیا

Www.IslamicBooks.Website

ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں جب کسی بات کی خبر دیدے یا رسول کسی چیز کی خبر دیدے تو ہم پر ضروری ہے کہ اس کی تصدیق کریں خواہ اپنی عقل سے ہم اس کی حکمت سمجھ سکیں یا نہیں۔"

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی باتوں کو عقل سے جانچے بغیر نہ تسلیم کرے تو اس کا حال ان لوگوں جیسا ہے، جنھوں نے کہا تھا:۔

لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ۔ (الانعام - ۱۲۴)

ہم آپ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ ہم کو بھی وہی نہ دیا جائے جو اور رسولوں کو دیا گیا

اور جس کا یہ مسلک ہو وہ فی الحقیقت نہ قرآن پر ایمان رکھتا نہ رسول پر اور نہ اخبار دینیہ کو وہ قبول کر سکتا، اس کے نزدیک اس میں کوئی فرق نہیں کہ قرآن، یا رسول کی طرف سے اس کو خبر دی جائے یا نہ دی جائے۔ کیوں کہ اگر خبر دی گئی اور وہ اس خبر کو اپنی عقل سے نہ سمجھ سکا تو تصدیق ہی نہ کرے گا بلکہ اس کی من مانی تاویل کر ڈالے گا اور جس چیز کی خبر نہ دی گئی اس کو اس نے اپنی عقل سے سمجھ لیا تو اس بے بنیاد بات ہی پر ایمان لے آئے گا، جن کا مسلک یہ ہو اُنکے لئے قرآن اور رسول کے وجود اور عدم وجود میں کیا فرق، اس کے نزدیک قرآن وحدیث اور اجماع سب بیکار ہیں۔ واللہ اعلم، وصلی اللہ علیٰ نبینا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم۔

۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ

Www.IslamicBooks.Website

MAKTABA
AL–DARUSSALAFIAH
6/8-HAZRAT TERRACE, SK. HAFIZUDDIN MARG,
BOMBAY - 400 008 (INDIA)
TEL:308 27 37/ 308 89 89, FAX: 306 57 10

RS.25/-

Www.IslamicBooks.Website